عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
محرم الحرام ۱۴۳۳ھ/دسمبر ۲۰۱۱ء

RegNo.P476

جلد:دھم

شمارہ:4

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 200/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

www.darwaish.org

بیان چترال (بونی) اجتماع ۲۰۰۶ء (آخری قسط)

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

ان نوجوانوں کی دلچسپی کے لئے یہ واقعہ بھی سنا دوں۔آج خیال تھا کہ اسی مضمون کو بیان کریں گے۔ایک ڈاکٹر صاحب کو میرے پاس لے کر آئے کہ یہ پاگل ہو رہا ہے۔لوگوں کو جب پریشانی ہوتی ہے تو دم درود بھی کراتے ہیں کہ چلو اس سے مسئلہ حل ہو جائے۔خود نیک اعمال کریں یا نہ کریں لیکن اگر مسئلہ دنیا کا حل ہوتا ہے فائدہ ہوتا ہے تو اس کے لئے وظائف، ختم، نوافل، ہر کچھ کر لیں گے۔اسے لے کر آئے، وہ بڑا پریشان تھا۔میں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا تین چار سال میرے لڑکی کے ساتھ تعلقات رہے اور میں شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ہمارا پیغام جب گیا لڑکی کے لئے تو انھوں نے کہا کہ تیس جریب زمین اور تیس تولے سونا اور ایک مکان حیات آباد میں ہوگا پھر ہم رشتہ دیں گے۔والد صاحب نے کہا کہ جتنا جائیداد میں میرا حصہ بنتا ہے وہ میں لکھ کر دے سکتا ہوں۔انھوں نے دوسرے آدمی کو رشتہ دے دیا۔انھوں نے کہا کہ ہم تیس جریب زمین دیں گے اور حیات آباد میں ہمارے تین بنگلے ہیں ایک اس کے لئے لکھ لو۔اور تیس تولے زیور تو ہمارے خاندان کی بے عزتی ہے، ہمارا زیور پچاس تولے کا ہوتا ہے، ہم پچاس تولے ہی دیں گے۔ اس ڈاکٹر نے حسرت سے مجھ سے کہا ''جی اس طرح اس کا رشتہ ہو گیا''۔میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تو نے اپنے آپ کو خود ضائع کیا جب بغیر نکاح کے تو نے اپنے وقت اور زندگی کو ان تعلقات میں استعمال کیا۔تیری پڑھائی کا نقصان ہوا۔تو سپیشلسٹ نہ بن سکا۔اتنے تیرے نقصانات ہوئے۔آخر تو عاشقِ نامراد کی طرح یہاں تک پہنچ گیا۔یہ دنیا تو مال و دولت میں تولتی ہے۔اور تو اس تول میں پیچھے رہ گیا۔ یا بے وقوفا! سپک ای کنه! وزن در که نه او کنه!(اے بے وقوف ہلکے تھے نا! وزن تم میں نہیں تھا نا!) اس لئے تمھیں رد کر کے دوسرے آدمی کو انھوں نے رشتہ دے دیا۔اب تو کیا چاہتا ہے؟ تو پاگل ہے اس کے پیچھے؟ اس نے کہا ''سر مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی بہت خفا ہے اتنی روئی ہے کہ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے ہیں''۔میں نے سوچا کمال ہے۔وہ حلقے بھی اس کے دل پر جمے

ہوئے ہیں۔اس کے والد کہتے ہیں کہ تو اس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے تو تجھے اور سارے بچوں کو گھر سے نکال دوں گا۔ میں نے ازراہِ مذاق کہا کہ تو سب کو سنبھالنے کو تیار ہے؟ اس نے کہا بالکل میں سنبھالوں گا۔ میں نے پوچھا میں تمھارے لئے کیا کروں؟ کہنے لگا لڑکی سے بات کرو میرے لئے۔ میں نے کہا اگر میرے ہاتھ پیر ہلانے سے تمہارا مسئلہ حل ہوتا ہے تو کچھ کرتا ہوں۔ میں نے ایک چٹ لکھ کر چپڑاسی کو دی کہ فلاں وارڈ میں ایک لیڈی ڈاکٹر ہے اس کو یہ دے آؤ۔اس میں لکھا کہ بیٹی آپ کو یہ خط ملے تو مجھ سے ملنے کے لئے آجاؤ۔دوسرا ڈاکٹر جس سے اس کی منگنی ہوئی تھی وہ بھی وہیں پر تھا۔اِس نے کہا کہ مجھے سر بلا رہے ہیں۔ منگیتر نے کہا اکیلی نہیں جاؤ گی، میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔دونوں آگئے میرے دفتر میں۔ میں نے منگیتر کو باہر بٹھایا۔لڑکی سے میں نے پوچھا: ’’سنا ہے آپ کی منگنی ہوگئی ہے اور آپ بڑی ناراض ہیں اور رو رہی ہیں؟‘‘ اس نے کہا: ’’میں تو نہیں رو رہی‘‘۔ میں نے پوچھا: ’’خوش ہو اس جگہ؟‘‘ اس نے کہا خوش ہوں۔ میں نے پوچھا: ’’پہلے والے کو چھوڑنا چاہتی ہو؟‘‘ "Do you want to get rid of him?" اس نے کہا: ’’جی ہاں۔لیکن میں اس سے کہہ نہیں سکتی۔‘‘ میں نے پوچھا: ’’میں تمہاری طرف سے کہہ دوں اس کو؟‘‘ اس نے کہا کہہ دیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ چلی جائیں۔لڑکے کو میں نے بلایا اور کہا: "Look! She wants to get rid of you." دیکھو وہ تم سے جان چھڑانا چاہتی ہے۔اس نے کہا: "Really?" ’’کیا واقعی؟‘‘ میں نے کہا: ’’ہاں۔‘‘ اس کے ہوش و حواس ایسے اُڑ گئے۔ کہنے لگا: "She has wasted four years of my life!" اس نے میری زندگی کے چار سال ضائع کئے ہیں۔میں نے کہا: "Your example was that of a toilet paper." کہ تم تو ٹائلٹ پیپر تھے۔وہ کاغذ جو پیشاب خشک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔آپ کو استعمال کر کے پھینک دیا گیا ہے۔چلو اب اپنا کام کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شریعت جو ہمیں دی ہے اور دین دیا ہے بہت عملی چیز ہے۔اس کو جب فلسفی برٹرانڈ رسل (Bertrand Russell) نے پڑھا ہے تو افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اس کو

میں لے نہ سکا، اب کیا کروں! اور جب لینن (Lenon) کو دعوت دی گئی ہے تو اس نے کہا کہ ہائے افسوس یہ تو واقعی ہم سے زیادہ مساوات کی چیز ہے لیکن ہم اب اس کو کیسے لیں! ابھی بھی مغربی ممالک میں ہم جاتے ہیں اور کفّار کو دعوت دیتے ہیں تو وہ دعوت سننے کے بعد بالکل تیار ہوتے ہیں، بلکہ ایک ڈاکٹر نے خود مجھے واضح طور پر کہا کہ مجھے بہت پسند ہے میں لینا چاہتا ہوں لیکن اس کے راستے میں شراب اور بدکاری آڑے آرہی ہے، میں اس کو کیسے چھوڑوں گا۔ یہ نعمت اور رحمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم اور آپ کو دی ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ صوفیاء کی تربیت، جس کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اور جس دعوت کو لے کر چل رہے ہیں اور جس کی طرف آپ کو بلارہے ہیں، یہ صوفیاء کی تربیت تو مثلِ خام کو کندن بنادے (تانبے کو سونا بنادے)۔

ہمارے بڑے حضرت مولانا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ جو کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، وہ ہمارے حضرت اشرف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ 'سنگِ پارس' ہے! سنگِ پارس اس پتھر کو کہتے ہیں کہ لوہے کو لگتا ہے تو سونا بنادیتا ہے۔ تو فرماتے کہ یہ سنگِ پارس ہے، اس سے فائدہ اٹھالو۔ اس چیز کے لئے صحبت کا ایک عرصۂ دراز چاہیئے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ باطن میں تعلق مع اللہ، ضبطِ نفس اور اصلاحِ باطن جڑ پکڑتے ہیں اور اس کے بعد پھر یہ نفسانی مزے اور یہ چسکے جن کے پیچھے تو اور میں پڑے ہوئے ہیں، اگر کوئی گردن پر تلوار رکھ کر کہے کہ ان نفسانی باتوں کو اختیار کرو تو آدمی جان قربان کر دیتا ہے لیکن ان نفسانی باتوں کو اختیار نہیں کرتا۔ اتنی اللہ تعالیٰ پختگی نصیب فرماتا ہے۔ ہم نہ سیکھیں اور نہ لیں تو یہ ہماری مرضی ہے ورنہ سودا منڈی میں پڑا ہوا ہے اور بڑا ارزاں بک رہا ہے۔ لینے کے لئے خریدار چاہیئے۔ اس کے لئے آگے آدمی بڑھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تو ایسی چیز ہے کہ آخرت کو تو چھوڑیں دنیا کے لحاظ سے آپ کو لاکر ایسے مقام پر کھڑی کرے گی کہ تاجروں میں ہوگے تو ان میں صفِ اول میں چل رہے ہوگے اور میںنداروں میں ہوگے تو اس جگہ پر بھی اول آؤ گے۔ انشاءاللہ تم ہی تم ہوگے اور لوگ منّتیں کرکے اپنے سر پر بٹھانے کے لئے پکاریں گے۔

ہمارے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمتہ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے، جس طرح یہاں .D.C (ڈپٹی کمشنر) ہوتا ہے۔ وہ انگریز کے دور میں شلوار قمیض پہن کر اور کلاہ باندھ کر جاتے تھے اور کبھی انگریز نے نہیں کہا کہ یہ سوٹڈ بوٹڈ ہو کر آئے یا ٹائی پہن کر آئے کیونکہ بے اندازہ قابل آدمی تھے، بہت محنتی افسر تھے اور بہت دیانتدار تھے۔ تو آپ کے پاس قابل آدمی ہو، محنتی اور دیانتدار آدمی ہو تو اس کو لیں گے یا ٹائی والے کو لیں گے؟ ٹائی کی رسی چاہیئے گلے میں لٹکی ہوئی یا کام چاہیئے؟ ہر کسی کو کام چاہیئے۔ بہت بھی رسی لٹکائے آدمی آ رہا ہو اور اس کو ہلا رہا ہو لیکن کام کا نہ ہو تو اس رسی کا کیا فائدہ! مولانا ہزاروی صاحب کا لطیفہ آپ کو سنائیں۔ مولانا صاحب کے زمانے میں ہمارے علاقے کے خوانین بھی ننگے سر نہیں پھر سکتے تھے۔ بہت زوردار آدمی تھے۔ ایک دفعہ گاؤں جا رہے تھے تو دیکھا کہ ایک آدمی کھیت میں گھاس کاٹ رہا ہے اور گوبر اٹھا کر سنبھال رہا ہے لیکن اس نے پتلون پہنی ہوئی ہے۔ مولانا کے آگے خان پتلون نہیں پہن سکتا دہقان پہن کر آ گیا۔ مولانا نے فرمایا "ادھر آؤ تمہاری ایسی کی تیسی۔ دہ دے سہ کڑی دی؟" یہ تم نے کیا کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا "استا ذجی وار اوکہ لگہ خبرہ خو آورہ۔" استاذ جی ذرا صبر کریں، ذرا بات تو میری سنیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ گھاس کاٹتے ہوئے بہت فائدہ دیتی ہے، آدمی کو گھاس چبھتا نہیں ہے اور گوبر پھینکنے کے لئے اس سے بہترین چیز نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا "شاباش! ان دو کاموں میں ضرور پہنا کرو"۔ تو خواجہ مجذوب رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ کلاہ باندھ کر جاتے تھے۔ انگریز نے بھی نہیں کہا کہ یہ سوٹ بوٹ پہن کر آئے کیونکہ آدمی کام کا تھا۔ دیانتداری اللہ نے نصیب فرمائی تھی۔

ایک اخباروں میں آئی ہوئی بات ہے اس لئے میں کہہ دیتا ہوں۔ اخباروں میں نہ آئی ہوتی اور میں کہہ دیتا تو غیبت ہوتی۔ حکومت رِنگ روڈ بنا رہی تھی۔ اس کے لئے بڑا قابل بیوروکریٹ لائے جو کہ فوج میں میجر رہا ہوا تھا۔ اس کے بعد c.s.s کر لیا۔ اس نے خود چل پھر کر ساری زمینوں کا سروے کیا لیکن اتنے پیسے اُس نے اِس میں اپنے لئے پیدا کیئے کہ توبہ۔ ان

بیوروکریٹوں کو اللہ ہدایت دے کہ ان کے تو منہ کھول کر اس میں اندر نوٹ ٹھونسنے چاہئیں تاکہ اس سے یہ مریں تب ان کا دل ٹھنڈا ہوگا کیونکہ یہ پیسے کے بچے اور کاغذ کے بچے، ان کے اندر انسانیت نہیں ہوتی۔ نیب (NAB - National Accountability Beureau) میں جب پکڑے گئے اور انھوں نے تین چار سال رگڑا دیا تو سارے اے۔سی کے مزے اور مرغِ مسلّم کے زبان پر ذائقے اور پھولوں اور کلیوں کو چھونا، سارا دھرا کا دھرا رہ گیا۔ اس کے بعد جب چھوٹے تو تبلیغ میں چار مہینے لگا کر آئے۔ ان کے محلے میں جنرل جاوید ناصر کی جماعت آئی ہوئی تھی۔ ہمارا ایک مرید بھی گیا ہوا تھا۔ کہتا ہے میں ملا اس آدمی سے، اس کے حالات کو جو میں نے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ اس کا پہلا کام تو ہوگیا ہے لیکن اب دوسرا کام مشائخِ تصوف کے بغیر نہیں ہوسکے گا۔ کہنے لگا میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا وہاں بڑے بڑے افراد بیٹھے ہوئے تھے، میں کیا سمجھاتا اسے اور کیا کہتا۔ بندہ سے کہا کہ اس آدمی کی کوئی فکر کریں۔ بندہ نے عرض کیا کہ تصوف تو ایک نفیس چیز ہے جو طلب اور عقیدت چاہتی ہے۔ جب تک طلب اور عقیدت کے ساتھ آدمی خود عاجزانہ طور پر نہ آئے تو فیض نہیں ہوتا۔ ضروری ضروری دین بے طلب لوگوں کو جمع کر کے تبلیغی ترتیب پر ہوجاتا ہے کیونکہ وہ فیضِ عام ہے جب کہ تصوف فیضِ تام ہے۔ ایک مہینہ گزرا نہیں تھا کہ اس آدمی نے خودکشی کر لی۔ ریشم کا کیڑا توت کے پتّے کھاتا ہے اور ریشم بناتا ہے اور اپنے گرد لپیٹتا ہے لپیٹتا ہے یہاں تک کہ ایک دن اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ساری لپیٹ تو جیل تھی جس کے اندر وہ مر گیا، کوئی راستہ ہی نہ رہا نکلنے کے لئے۔ وہی قبر بن گئی۔ تو یہ انسان کا حال ہوتا ہے۔ تربیت تو ماحول میں ہے، صحبت میں ہے، اپنے آپ کو پابند کرے گا، اپنی نگرانی کرے گا، اپنی نگہداشت کرے گا، اپنے بارے میں فکرمند ہوگا۔ پھر انشاءاللہ اگر اللہ نے فضل فرما دیا تو کام ہوجائے گا۔

ہمارا اک برخوردار پشاور یونیورسٹی میں اسسٹنٹ رجسٹرار لگ گیا۔ اس سے میں نے کہا کہ آپ کی تعیناتی (Appointment) ہو رہی ہے۔ اگر تھانوِیّت سیکھ لی تو وی سی کی کرسی پر بٹھاؤں گا تجھے انشاءاللہ کیونکہ وہ چیز ایسی سنگِ پارس ہے، اتنا متوازن طرز ہے زندگی کا کہ ہر جگہ

آدمی چھا جاتا ہے۔ حضرت تھانوی کے مواعظ ملفوظات اور سوانح سب چیزوں کو دیکھیں تو اس کا اندازہ آپ کو خود ہو جائے گا۔ ایک بات کا گلہ اور افسوس ہے کہ علمائے کرام جب فارغ ہو جاتے ہیں تو ان کا جذبہ ہوتا ہے کہ اب تفسیر میں خود کیا کروں گا حدیثوں کی اور آیتوں کی۔ مردِ درویش میں یہ بات میں نے لکھی ہے کہ ایک آدمی ٹماٹر، پیاز، مصالحہ، گھی، گوشت، سبزی، ساری چیزیں لا کر چھوڑ دے گھر میں اور شام کو لوگ آئیں اور کہیں ہم کھانا کھائیں گے تو کوئی چیز بھی کھانے کے قابل نہیں ہو گی۔ پیاز کاٹ کر پہلے ڈالتے ہیں۔ اس کو سرخ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ٹماٹر ڈالتے ہیں پھر ہلدی ڈالتے ہیں پھر باقی مرچیں مصالحے ڈالتے ہیں۔ پھر خوشبو کی ایک حد ہوتی ہے وہ خوشبو جب نکلتی ہے اس سے اگر آپ نے ایک منٹ زیادہ کر دیا تو ذائقہ نہیں ہو گا اور ایک منٹ کم کر دیا تو ذائقہ نہیں۔ تب سالن بنتا ہے۔ اب اس کا ذائقہ بھی ہے اور زود ہضم بھی ہے۔ اسی طرح شخصیت سارے علمی مواد کے جمع ہونے کے بعد بنائی جاتی ہے۔ شخصیت تب بنتی ہے جب یہ سارے علوم اس کے اندر راسخ ہوتے ہیں اور جگہ پکڑتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس کے عمل سے نکلتے ہیں، بصورتِ اعمالِ صالحہ، اعمالِ آخرت اور اس کی زبان سے بصورتِ فیضان نکلتے ہیں۔

آخری واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ امام غزالی اس پائے کے عالم گزرے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے صدر مدرس تھے اور یہ بات ان کو ۳۵ سال کی عمر میں حاصل ہوئی۔ جب کہ بوڑھے بوڑھے ۷۰۔ سال کے علماء اس حسرت میں تھے کہ کاش انھیں مدرسہ نظامیہ کی کرسی صدارت ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعض اوقات بادشاہ گھوڑے کی لگام پکڑ کر ان کو جمعے کے خطبے کے لئے لاتا تھا۔ دوسرے بھائی احمد غزالی تھے۔ یہ اللہ والے آدمی تھے ان کو سمجھاتے رہتے تھے کہ دیکھو یہ سارا کروفر اور یہ سارا بادشاہی دربار اور یہ چیزیں عارضی ہیں ختم ہونے والی ہیں کسی کام کی نہیں ہیں۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ ہر روز میں صبح اٹھتا اور یہ ارادہ کرتا کہ میں سب چیزوں کو ترک کر دوں گا لیکن پھر دربار میں جاتا اور ساری چیزیں سامنے آتیں تو رہ جاتا۔ کرتے کرتے عرصہ گزر گیا میں بیمار ہو گیا۔ حکیم کوشش کر رہے تھے۔ نہ کوئی تشخیص ہو رہی تھی نہ علاج ہو رہا تھا۔ حکیموں کو

تو نہیں پتا تھا مجھے پتا تھا کہ مجھے کوئی بیماری نہیں تھی بلکہ وہ تو وہ غم اور خوف تھا جو علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہو رہا تھا اور جو شاہی دربار کے ماحول کی وجہ سے علم ضائع ہو رہا تھا اس کی وجہ سے تھا۔ اور کوئی بیماری نہیں تھی۔ روزانہ صبح سوچتے کہ چھوڑ دوں گا۔ اس طرح کرتے کرتے ایک دن اس طرح ہوا کہ میری زبان بند ہوگئی۔ جس زبان سے شاہی دربار چلایا جاتا تھا وہی بند ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہوا کہ اب منجانبِ اللہ اس کا امر ہوگیا ہے کہ میں چلا جاؤں۔ آخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکلا اپنی اصلاح کے لئے مجاہدات کرنے کے لئے۔ اس کے لئے ضروری بات یہ تھی کہ وہ ایسی جگہ ہوں جہاں کوئی پہچانتا ہی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ میں نکلا۔ چلا۔ ایک جگہ رات آئی۔ مسجد میں استاذ شاگرد کو کتاب پڑھا رہا تھا۔ استاذ بھی بہت قابل شاگرد بھی بہت ذہین۔ شاگرد اعتراض کرتا استاذ جواب دیتا۔ بڑی بحث ہوئی لیکن بات ان کی ختم نہیں ہو رہی۔ شاگرد مطمئن نہیں ہو رہا۔ آخر استاذ نے کہا کہ برخوردار میں آپ کو امام غزالی کا قول سنا رہا ہوں۔ اس پر شاگرد نے مان لیا۔ میں ایک کونے میں مسافر کی شکل میں بیٹھا ہوا سن رہا تھا۔ کہتے ہیں میں نے سوچا یہ جگہ بھی ٹھہرنے کی نہیں ہے کہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔ وہاں سے چلے۔ دمشق میں جا کر ایک مسجد کے حجرے میں ٹھہرے۔ وہاں پھر جم کر اللہ اللہ کیا اور کرتے کرتے سارے علوم، کیا فلسفہ، کیا منطق، کیا حدیث، کیا تفسیر، کیا فقہ، ساری چیزیں جو جمع ہوئیں تھیں جب اس رگڑا رگڑی سے مل کر ایک چیز بنیں تو اس کے بعد اللہ نے معرفت کا دروازہ کھولا۔ چنانچہ احیاء العلوم کو بغیر کتابوں کی موجودگی کے زبانی لکھا ہے۔

ہمارے مدرسہ امداد العلوم کا ایک طالبِ علم دورۂ حدیث میں تھا۔ ایک شادی میں ان سے ملاقات ہوئی۔ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے مدرسے میں دورہ کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ برخوردار کبھی موقع ملا تو احیاء العلوم کو پڑھ لینا۔ آگے سے آدمی گرم ہوگیا۔ کہنے لگا ہمیں استاذوں نے کہا ہے کہ ہم تو حدیث ان لوگوں سے بھی نہیں لیتے جن کے بیانوں میں لوگ تڑپتے تھے۔ میں نے کہا برخوردار حدیث لینے کے لئے تو بخاری مسلم ہی ہے۔ حدیث تو ان ہی سے لیا کرتے ہیں۔ احیاء العلوم حدیث لینے کے لئے نہیں ہے۔ یہ شخصیت بنانے کے لئے ہے۔ وہ جو تو نے قرآن و حدیث

سے حاصل کیا اس سے شخصیت کیسے بنایا کرتے ہیں۔ اس میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے گِل کاری کی گُل کاری کی ہوئی ہے۔ گِل کار عمارتیں بنانے والے کو کہتے ہیں اور گُلکاری بیل بوٹے بنانے کو کہتے ہیں۔ افسوس ہوا کہ یہاں پر حدیث پڑھنے والوں کا کچھ ایسا ذہن بن جاتا ہے۔ میں نے کہا چلیں ہم دعا کر سکتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُس دور میں تقریباً سو سال تک احیاء العلوم کا ایسا چرچا ہوا ہے کہ اس کے حافظ گزرے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے مجدد گزرے ہیں۔ اس پوری صدی پر ان کی تعلیمات چھائی ہوئی ہیں۔ قرآن پاک کے، بخاری شریف کے اور احیاء العلوام کے حافظ ہوتے تھے۔ اور سو سال تک حرمِ مکی اور حرمِ مدنی میں احیاء اعلوم کا درس ہوا ہے۔ ایک عالم ان کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے خلاف بولتے تھے۔ خواب میں اس عالم کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ نے کتاب پیش کی، حضور ﷺ نے پسند فرمائی اور اُن عالم کو حضرت علیؓ کے ذریعے خواب میں کوڑے لگائے کہ تو احیاء العلوم کی کیوں مخالفت کرتا ہے۔ صبح جب یہ اُٹھے تو ان کے بدن پر کوڑوں کے نشان تھے اس پر مخالفت سے رکے اور امام غزالیؒ کے مقام کا پتہ چلا۔

چارسدہ میں غازو ڈھیری ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک تبلیغی ساتھی تعلیم کر رہا تھا۔ اتفاقاً ان کے امام شیخ الحدیث عالم تھے لیکن غیر مقلدیت کی طرف ہو گئے تھے۔ کہنے لگے " بند کہ کتاب ۔ سه ضعیف حدوثونه راوڑی دی پکے" (کہ کتاب بند کرو کیا ضعیف حدیثیں اس میں ہیں)۔ انھوں نے مجھ سے آ کر کہا۔ میں نے کہا ان سے کہو کہ " ستا نه غټ شیخ الحدیث او۔ هغے لکلے دے"۔ (کہ تم سے بہت بڑے شیخ الحدیث تھے اُن کی لکھی ہوئی ہے)۔ کہ اگر تو دس بار پھر زندہ ہو جائے تو اس کے علم کو نہیں پہنچ سکتا۔ مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو علمی لحاظ سے بھی بہت بلند پایہ شخصیت تھے۔ ان کی لامع الدراری اور اوجز المسالک جن علماء نے پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس پائے کا علم ہے۔ اور جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے کہ دو دو نے چار پڑھا ہے اور اس سے اتنا زیادہ سیکھ لیا کہ غیر مقلد ہو گئے ہو۔

تو جتنے ساتھی آئے ہوئے ہو آپ کو چمٹنا پڑے گا۔اس ماحول سے اور سلسلے سے چمٹنا ہوگا۔انشاءاللہ جو باطنی صفات ہیں اللہ نصیب فرمائے گا۔جو باطنی گندگیاں ہیں اللہ پاک دھوئے گا۔اور آخرت کی لازوال نعمتیں اور دنیا کے لحاظ سے اتنی ترقی پر جاؤ گے کہ خود حیران ہو گے اپنے آپ پر، اور کہو گے "زان کدو تہ گورہ او دے حالاتو تہ گورہ"۔کہ اے کدو کر یلے اپنے آپ کو دیکھو اور حالات کو دیکھو جو تمھاری طرف آرہے ہیں۔کئی ذاتی کمال والے پھر رہے ہیں کوئی پوچھتا تک نہیں ہے۔جن کا بھاؤ بھی نہیں پوچھا جاتا۔تو ان بزرگوں کی برکات ہیں ان کی دعائیں ہیں جن کی جوتیوں کی گرد ہمارے سروں پر آئی اور انھوں نے تڑپ کر دعائیں مانگیں۔ ہمارے رشتہ دار تھے جب آتے تو حضرت مولانا صاحب کے بارے میں مجھ سے کہا کرتے کہ ڈاکٹر صاحب بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔کہا کرتے کہ

ے اولیاءراہست طاقت ازالہ

تیرِ گشتہ بازگر داند زراہ

عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی، زبان سے نکلا ہوا لفظ اور کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوتے۔پہلے بزرگوں نے کہا ہوا ہے کہ اولیاءاللہ کو اللہ نے یہ طاقت دی ہے کہ کمان سے نکلے تیر کو اپنے راستے سے واپس کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۱۸ فروری بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔بیان عشاء کے بعد ہوگا۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی!

(مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ بشکریہ ماہنامہ لولاک)

۷ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے، اسی نسبت سے ذیل میں حضرت مفتی صاحب کی ایک تقریر پیش کی جا رہی ہے، جو آپ نے ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ختمِ نبوت کانفرنس چنیوٹ کے آخری اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے فرمائی۔

اسباب و وجوہ: خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا، برادارانِ ملت! آج اس عظیم اجتماع سے خطاب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں جب بھی ختمِ نبوت کانفرنس چنیوٹ میں حاضر ہوتا ہوں میرا مقصود حصولِ سعادت ہوتا ہے۔ میری دلی خواہش ہوتی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے خادمانِ ختمِ نبوت میں شامل فرمادیں، جو میرے لئے یقیناً نجات کا سبب ہوگا۔ میں اپنی تقریر سے پہلے آپ اور تمام مسلمانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، جنہوں نے اس مسئلہ کے حل کرانے کے لئے کوششیں کیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس کانفرنس اور پہلی کانفرنسوں میں فرق ہے۔ پہلی کانفرنسوں میں مطالبات ہوتے تھے۔ آج کا یہ اجتماع ایسا اجتماع ہے جسے کامیابی کا اجتماع کہا جا سکتا ہے کیونکہ دستور میں ترمیم کے بعد مسئلہ حل کرانے کے بعد مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے بعد یہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے، جس کے لئے ہم سب حاضر ہیں۔ یہ مسئلہ سالہا سال سے لاینحل چلا آ رہا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کے لئے ہزاروں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ لاکھوں سپردِ زندان ہوئے۔ وہ تحریک اس وقت بظاہر ناکام قرار دی گئی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ تحریک ناکام نہیں تھی، بلکہ اس نے ہماری کامیابی کے لئے بنیاد کا کام دیا ہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے اسباب:

۱۹۵۳ء کی تحریک کی بہ نسبت ۱۹۷۴ء کی تحریک میں ہمیں تھوڑی قربانی دینی پڑی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں ہزاروں شہید ہوئے اور اس تحریک میں صرف ۳۳ شہید ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں لاکھوں حوالہ زندان ہوئے اس تحریک میں ہزاروں۔ وہ تحریک ایک عظیم تحریک تھی، یہ تحریک تمام تر جوش

وخروش کے باوجود ابھی اس حد تک نہیں پہنچی تھی، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مطالبات تسلیم نہ ہوئے اور ۱۹۷۴ء کی تحریک میں مطالبات مان لئے گئے۔ محترم حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں ہمارا محاذ صرف عوام تک محدود تھا۔ اسمبلی کے اندر ہماری آواز نہ تھی۔ گویا ہم ایک محاذ پر لڑ رہے تھے۔ ہمارا دوسرا محاذ خالی تھا۔ مگر موجودہ تحریک میں نمایاں فرق یہ ہے کہ ہم نے دونوں محاذوں پر جنگ لڑی۔ ہماری جنگ اسمبلی کے اندر اور باہر جاری تھی۔ موجودہ تحریک میں باہر آپ صف آرا تھے۔ اسمبلی کے اندر ہم لوگوں نے منکرین ختم نبوت کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی۔

مجلس کا سیاست سے تعلق نہیں: مجلس تحفظِ ختمِ نبوت اپنے یوم تاسیس سے لے کر آج تک خاص اس مسئلہ کو حل کرانے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔ اس جماعت کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جب مسئلہ اسمبلی میں زیر بحث آیا تو مجلس کے ذمہ دار حضرات نے اس مسئلہ کو پوری قوم کے سامنے رکھ کر تعاون مانگا۔ سیاسی جماعتوں اور مذہبی فرقوں نے اس مسئلہ کو اپنی عقیدہ کی بنیاد پر سینہ سے لگایا۔ آپ نے کہا کہ جب یہ مسئلہ اسمبلی میں زیر بحث آیا تو پوری دنیا نے علماء کرام کے سیاسی انتخابات میں آنے کی افادیت کو سراہا۔ **الحمد لِلّٰہ!** مجھے فخر ہے کہ سب سے پہلے میری جماعت جمعیت علماء اسلام، علماء کرام کو سیاسی میدان میں لائی ہے۔ آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جب ربوہ ریلوے اسٹیشن کا واقعہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو رونما ہوا تو اس کا پورے ملک میں شدید ردعمل ہوا۔ مجلس عمل بنائی گئی، جس نے ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو پورے ملک میں ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ بھٹو صاحب نے سمجھا کہ ۱۴ جون کو ملک میں مکمل خاموشی ہوگی۔ پورے ملک کے بازاروں کی رونق مساجد میں آجائے گی۔ قوم سراپا احتجاج بن جائے گی تو انہوں نے ۱۲ جون کی شام کو ایک بے ربط تقریر کی اور مسئلہ کو اسمبلی میں پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مجھ پر الزام عائد کیا کہ مفتی صاحب نے اپنی وزارت علیا کے دوران اس مسئلہ کو حل کیوں نہیں کیا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جب ملک کا بااختیار وزیر اعظم اور مطلق العنان وزیر اعظم مسئلہ کو خود حل نہیں کر سکتا۔ بلکہ قومی اسمبلی کے سپرد کرتا ہے تو ایک پسماندہ صوبے کا وزیر اعلیٰ اس کو کس طرح حل کر سکتا تھا۔ (اس پر عوام نے پرجوش نعرے لگائے) آپ

نے فرمایا کہ صوبہ سرحد اور کشمیر اسمبلی میں فرق ہے۔ کشمیر اسمبلی ایک با اختیار ادارہ ہے۔ جبکہ ہمارے صوبوں کی اسمبلیاں ماتحت ہیں۔ ان کے پاس وہ اختیارات نہیں ہیں کہ یہ کسی ملکی مسئلہ کو حل کریں۔ ملکی مسائل کو حل کرنا قومی اسمبلی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے وزیر اعظم اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں حل کرنے کے لئے مجبور ہوئے تھے۔

حکومت کے تاخیری حربے: آپ نے کہا ہم نے ۱۶ جون ۱۹۷۴ء کو فیصل آباد میں تمام جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل کا اجلاس بلایا۔ جس میں جناب بھٹو کی تقریر کو کلیتہً مسترد کر دیا گیا۔ ہم نے مطالبہ کیا کہ قرر داد کی بجائے اسمبلی میں بل لایا جائے۔ قرار داد کی قانونی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ آپ نے کہا کہ تحریک مختلف ادوار سے گزرتی رہی۔ جناب بھٹو صاحب کے تاخیری حربے قوم کے جذبہ ایمانی کو ٹھنڈا نہ کر سکے۔ بالآخر پوری قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر ایک رہبر کمیٹی تشکیل دی گئی۔ ہم نے قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی دونوں جماعتوں کے سربراہوں کو اسمبلی میں بلوایا کہ ان کو مؤقف سنا جائے۔ تاکہ باہر کی دنیا میں ہمارے خلاف پروپیگنڈہ نہ کر سکیں۔ مرزا ناصر نے خود درخواست بھی دی کہ میں اسمبلی میں اپنا مؤقف پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مرزائیوں کی دونوں جماعتوں نے اپنا اپنا مؤقف چھپوا کر اس کی ایک ایک کاپی ممبران میں تقسیم کی۔ پہلے مرزا ناصر نے اپنا بیان داخل کرایا، پھر صدرالدین نے۔ ان کا بیان سن کر ہر ممبر کا ذہن یہ سوچتا تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ کیونکہ آپ نے ایسے لوگوں کو ممبر منتخب کیا تھا جو دین کی تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ اسلام کی ایسی تعریف کی جائے جس میں خود بھی آجائیں۔ گویا ان کے نزدیک ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔ چاہے عقائد کچھ ہوں۔ ان تمام ممبران نے ایک آیت یاد کر رکھی ہے۔ مرزا ناصر اور صدرالدین کا چوہدریوں والا طرہ، مسجع ڈاڑھی، شلوار قمیص دیکھ کر ممبران کہتے ہیں کہ کیا یہ بھی کسی غیر مسلم کی وضع قطع ہوسکتی ہے۔ ممبران ایمان کو لباس سے پہچانتے ہیں۔ حالانکہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ ان کی تشویشناک صورتحال کو دیکھ کر میں رات کو سو نہیں سکتا تھا۔ دعا کرتا تھا ''یا مقلب القلوب! ''ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دیجئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کی

قدرت کی انگلیوں کے قبضہ میں ہیں۔ جس طرح چاہتے ہیں پھیر دیتے ہیں۔

اسمبلی میں تیرہ دن جرح: محترم ساتھیو! بالآخر تیرہ دن جرح ہوتی رہی، گیارہ دن مرزا ناصر پر، دو دن صدرالدین پر۔ **الحمد لِلّٰہ!** اس جرح سے ممبران کے دل تبدیل ہو گئے۔ وہ ہم سے بھی زیادہ تیز تھے۔ کہتے تھے کہ اب زیادہ جرح کی ضرورت نہیں ان کو فوراً کافر قرار دو۔ حالانکہ پہلے کہتے تھے چلو ربوہ والے کافر ہوں گے۔ ان بیچارے لاہوری یتیموں کو کچھ نہ کہو۔ یہ تو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ جب جرح سنی تو پھر کہتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر کافر ہیں۔ ان میں کچھ فرق نہیں۔ ان کے درمیان صرف گدی کا جھگڑا ہے۔ آپ نے مرزائیوں پر جرح کی تفصیلات بتائیں۔ ہم نے سوال کیا کہ مرزا قادیانی پر وحی بھی نازل ہوتی تھی۔ اب وہ مشکل میں پھنس گئے۔ انکار تو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ مرزائی کتابوں میں لکھا ہے کہ میرے اوپر بارش کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

اب ہم نے پوچھا کہ ان کی وحی میں خطا بھی ہوتی تھی تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ ان کی یہ وحی کہ "جو مجھے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں" یہ بھی صحیح ہے۔ تو مرزا ناصر خاموش ہو گئے۔ ممبران اسمبلی نے یہ سنا کہ مرزائی تو پوری اسلامی برداری کو جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتی کافر گردانتے ہیں تو ممبر فوراً کہنے لگے کہ جرح ختم کرو۔ یہ کافر ہیں بس اب اقلیت قرار دو۔ تو مرزا ناصر نے تنگ آ کر کہا کہ میں مفتی صاحب کے سوالات کا جواب نہیں دیتا۔ سپیکر نے کہا کہ تمہیں جواب دینا پڑے گا۔ تم قانوناً ان کے سوالات کے جوابات دینے کے پابند ہو کیونکہ پورے اراکین اسمبلی تمہارے اوپر جرح کرنے کے قانوناً مجاز ہیں۔ جب اراکین اسمبلی نے یہ سنا کہ یہ تو ہمیں کنجریوں کی اولاد سمجھتے ہیں تو وہ حیران ہو گئے۔

آپ نے فرمایا کہ مرزا ناصر اور صدرالدین کے بیانات پر تقریباً ہر ممبر نے سوالات لکھ کر سپیکر کو دیئے تھے۔ جن کی تعداد دو ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔ تو پھر رہبر کمیٹی نے ایک اور کمیٹی تشکیل دی جو پانچ ممبران پر مشتمل تھی۔ دو ممبر حزب اختلاف سے تھے اور تین حزب اقتدار کے۔ حزب

اختلاف میں مولانا ظفر احمد انصاری اور میں (یعنی مولانا مفتی محمود) اور حزب اقتدار میں سے سردار عبدالعلیم، میاں عطاء اللہ فیصل آباد اور عبدالعزیز بھٹی تھے۔

ہم نے ان سوالات کا جائزہ لے کر تکرار کو حزف کر دیا۔ صرف اہم سوالات باقی رہنے دیئے جو تقریباً ۱۵۰ تھے۔ سوالات اٹارنی جنرل کرتا تھا۔ کسی ممبر کو سوالات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جو سوالات ممبران نے داخل کرائے تھے ان کا نام بھی ریکارڈ سے خارج کر دیا گیا۔ اٹارنی جنرل نے عربی زبان جاننے کی بنا پر مجھے اور مولانا ظفر احمد کو اپنا معاون مقرر کیا۔ میں نے عربی کے قاعدوں میں مرزا قادیانی کی ایسی درگت بنائی جو رہتی دنیا تک مرزائی امت یاد رکھے گی۔

مرزا ناصر بار بار تنگ آ کر میرے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیتا تھا۔ اس کا مؤقف یہ تھا کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ اٹارنی جنرل بحث کرے گا۔ یہاں تو مفتی صاحب آ گئے۔ تو سپیکر نے کہا کہ تم قانوناً جواب دینے کے پابند ہو، اس لئے کہ تمام ممبران کی حیثیت اس وقت ایک جج کی ہے ہر جج بحث کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ مفتی صاحب نے جرح کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے توہین انبیاء علیہم السلام کے حوالہ جات پیش کئے گئے۔ تو ممبروں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ کیونکہ حوالہ جات ایسے ذلیل ہیں کہ ان کو کوئی ادنیٰ مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

قادیانیوں کی تمام کتابیں مجلس نے مہیا کیں: آپ نے فرمایا میں مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان کے تمام مبلغین اور اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہر حال میں ہمارے ساتھ بے پناہ تعاون کیا۔ مرزائیوں کی پوری کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے۔ مرزائیوں کی کتاب چاہے دنیا کے کسی کونہ میں چھپی ہو۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوت نے وہ ہمیں مہیا کی۔ ''مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی مساعی اور مصارف سے ملت اسلامیہ کا مؤقف'' نامی ایک کتاب لکھ کر ہم نے اسمبلی میں پیش کی، ایک ایک ممبر کو دی گئی۔ جس نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ بالآخر آپ کے باہر کے دباؤ اور ہماری اندر کی محنت نے کام کیا کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہم اپنے مقصد میں

کامیاب ہوگئے۔

آپ نے کہا کہ بحث سے فارغ ہونے کے بعد آخری دنوں میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، جناب غلام فاروق، مولانا اللہ بخش سومرو اور میں نے جناب عبدالحفیظ پیرزادہ سے ملاقات کی۔ مجلس عمل کی طرف سے لکھا ہوا ایک فارمولہ ان کی میز پر رکھا۔ جس میں ہم نے کہا کہ دستور میں ترمیم کرنی ہوگی۔ کچھ تعزیرات پاس کرنی ہوں گی اور اقلیتوں کی فہرست میں چھ اقلیتوں کے بعد سب سے آخر میں مرزائیوں کا نام درج کرنا ہوگا۔ پیرزادہ نے کہا کہ آئین میں کسی کا نام نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ قائداعظم کا نام موجود ہے۔ فوراً اس نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے آئین کو کیوں پلید کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید میں شیطان، خنزیر کا نام موجود ہے۔ اگر ان کے ناموں سے قرآن کی عظمت میں فرق نہیں آتا تو مرزا قادیانی کے نام سے آئین بھی پلید نہیں ہوتا۔

بالآخر چھ ستمبر کی رات کو گیارہ بجے کا سہرا پوری ملت اسلامیہ کے سر ہے۔ جو لوگ اس کامیابی کا سہرا بھٹو کو باندھنا چاہتے ہیں وہ تاریخی حقائق کو مسخ کر رہے ہیں۔ تحریک کچلنے کے لئے تشدد کیا گیا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تحریک کچلنے کے لئے طلباء، علماء، وکلاء پر تشدد کیا گیا۔ عورتوں کے جلوس پر اشک آور گیس چھوڑ دی گئی۔ ہزاروں مقدمات قائم کئے گئے۔ سینکڑوں رضا کاروں کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن عوام نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے حکومت کو صحیح فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

آپ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے باوجود حکومت نے ان کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ وہ آئین میں ترمیم کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آئین کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ آپ نے آخر میں ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ملکِ عزیز کے پہاڑی حصوں کو زلزلہ نے اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سیدنا فاروقِ اعظم کے عہد مبارک میں بھی ایک دفعہ زمین ہلنے لگی تھی۔ زلزلہ آنے لگا تھا۔ آپ نے زمین پر درہ مار کر زمین کو کہا کہ کیا تیری پشت پر عمر نے ظلم کیا ہے کہ تو زلزلہ

برپا کرنا چاہتی ہے۔فوراً زلزلہ رک گیا۔

نوشیرواں عادل کا واقعہ: ایک بادشاہ (نوشیرواں عادل) اپنے ملک میں ایک دن سیر کو نکل گئے۔ پیاس لگی اناروں کے باغ میں گئے، باغ کا مالک کھڑا تھا۔بادشاہ نے اس سے پانی مانگا، اس نے ایک انار نچوڑا۔اس کے رس سے گلاس بھر گیا۔اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے دل میں سوچا کہ اتنی نفع بخش چیز ہے۔اس کا رس بڑا لذیذ ہے۔اسے (نیشنلائز) قومی تحویل میں لیا جائے۔یعنی یہ باغ میری ملکیت میں کیوں نہ ہو جائے۔(عوام نے چوٹ کا مفہوم خوب سمجھا کیونکہ اُن دنوں بھٹو صاحب مختلف اداروں کو نیشنلائز کر رہے تھے) کسان کو کہا کہ دوسرا گلاس لائے۔وہ گیا ایک کی بجائے پانچ انار نچوڑے۔مگر پھر بھی گلاس رس سے نہ بھرا۔دیر لگ گئی۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ پانچ اناروں سے نہیں بھرا۔اس لئے مجھے دیر لگ گئی۔بادشاہ نے حیرت سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔اس کسان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بادشاہ کی نیت میں فرق آ گیا ہے (شاید کسان عارف تھا)۔کسان کو معلوم نہ تھا کہ میں بادشاہ سے گفتگو کر رہا ہوں۔بادشاہ نے جب سنا کہ بادشاہوں کی نیت بدلنے سے برکتیں اٹھ جاتی ہیں تو اس نے کسان کو کہا کہ اب تیسرا گلاس لائے اور نیت اپنی ٹھیک کر لی اور باغ کو قومی تحویل میں لینے کا ارداہ ترک کر دیا۔وہ کسان گیا پھر جلدی سے ایک انار سے گلاس بھر کر لایا۔بادشاہ نے پھر ایک انار سے گلاس بھرنے کی وجہ پوچھی تو کسان نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے ظلم کے ارادے سے توبہ کر لی ہے۔

محترم حضرات! جب تک ہمارے حکمران درست تھے، ملک کے حالات درست تھے۔ اب جب کہ خودغرضی کا دور دورہ ہے۔ہمارے ملک کے حالات روز بروز ابتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔آیئے! ہم سب مل کر اپنے ملک کے حالات کو آئین کے ذریعہ بدلنے کی فکر کریں۔ختمِ نبوت تحریک کے باقی ماندہ مطالبات کے لئے جدو جہد کریں۔آخر میں ایک بار پھر مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان کے کارپردازان کو اپنے تعاون کا مکمل یقین دلاتا ہوں۔

بچوں کی کثرت باعث خیر و برکت

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

یہ غالباً ۱۹۹۶ء کی بات ہے کہ قصبہ ٹوپی کی قاسم مارکیٹ میں میرا مطب (Clinic) تھا۔ میرے پڑوس میں نعیم نامی آدمی کی دکان تھی، وہ گدون کی صنعتی بستی میں گھی کے کارخانے میں کام کرتا تھا، وہ کارخانے سے صابن کے ڈلے لاتا تھا اور ٹکیہ بنائے بغیر تول کر بیچتا تھا۔ ایک دو دفعہ میں نے بھی اس سے صابن خریدا۔ ایک مرتبہ نعیم صاحب نے عصر کی چائے پر بلایا، میرے مطب میں مریض نہیں تھے اس لئے آپس میں باتیں کرتے رہے۔ باتوں کے دوران اس نے مجھے بتایا کہ دکان میں شراکت کے لئے مجھے کوئی ایسا آدمی چاہئے جس کے بچے زیادہ ہوں۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ بچے زیادہ ہوں، اس سے آپ کو کیا غرض؟ کہنے لگا ڈاکٹر صاحب میرے پاس پیسوں کی کمی نہیں ہے لیکن بچے نہیں ہیں اور اس وجہ سے میرا علیحدہ کاروبار کامیابی سے نہیں چلتا۔ لیکن جب بھی کوئی زیادہ بچوں والا آدمی میرے ساتھ کاروبار میں شریک ہوا ہے تو میرا کاروبار بہت چلا ہے اور ساتھ ہی میرے شریک کو بھی خوب فائدہ ہوا ہے۔ اس لئے آپ ضرور میرے لئے کوئی ایسا آدمی ڈھونڈیں، میں شکر گزار رہوں گا۔ یہاں آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ جدید ڈاکٹری تحقیقات کے مطابق خاندانی منصوبہ کے سارے طریقے کوئی نہ کوئی صحت کے لئے مضر اثر رکھتے ہیں۔ بعض دوائیوں سے کینسر بھی ہوسکتا ہے۔

مولانا عبد النبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف دیول گڑھی بالا (گدون)

نام ان کا عبد النبی تھا، فاضلِ دیو بند تھے، بہت بڑا عالم ہونے کے باوجود گدون کے ایک دور افتادہ اور پسماندہ گاؤں دیول گڑھی بالا میں کسمپرسی اور گمنامی کی زندگی بسر کی، اپنی اولاد نہیں تھی، بچوں سے بڑی محبت کرتے تھے، میں نے اپنی زندگی کے بالکل ابتدائی پانچ چھ سالوں میں ان کو دیکھا ہے اور ابتدائی قرآنی قاعدہ ان سے تھوڑا سا پڑھا ہے۔ میرے والد صاحب چونکہ علماء کی بہت عزت کرتے تھے، اس لئے حضرت مولانا صاحب کی شفقتیں بھی مجھ پر زیادہ تھیں، مجھے اس وقت مولانا صاحب کی ایک بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ مولانا صاحب مجھے فرید خان کہہ کے پکارتے تھے حالانکہ میرا نام پرویز خان (جو کہ اب تبدیل کیا گیا ہے) اسے بار بار بتا دیا گیا تھا، بعد میں جب بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا تو پتا چلا کہ یہ

نام تو مسلمانوں کے رکھنے کا نہیں ہے کیونکہ یہ نام ایران کے کافر بادشاہ کا تھا جس بد بخت نے آپ ﷺ کا والا نامہ پھاڑا تھا۔اسی طرح ماضی قریب میں منکرین حدیث کے زندیق وملحد راہنما کا نام بھی غلام احمد پرویز ہی تھا۔اس وجہ سے ان لوگوں یعنی منکرین حدیث کو پرویزی بھی کہتے ہیں۔مولانا کی قوت یقین کی ایک بات آج تک گاؤں کے بڑے بوڑھے بتاتے ہیں، وہ یہ کہ جب بارش نہیں ہوتی تھی تو لوگ مولانا صاحب کے پاس آتے اور دعا کے لئے کہتے اور مولانا صاحب سے ایک ''روحانی عمل'' کرنے کو کہتے تھے۔مولانا صاحب کبھی کبھی ان سے مزاحاً فرماتے کہ بارش ہو جائیگی، آپ تو گھر میں آرام سے بیٹھے ہوں گے اور میں بھیک جاؤں گا۔وضاحت اس کی یہ ہے کہ بارش کے لئے وہ عمل جاری پانی،قدرتی تالاب میں مرغی کے انڈے پر کرنا پڑتا تھا یعنی مرغی کے انڈے پر آیتِ قرآن مجید لکھی جاتی تھی جس کے بعد بہت جلد بارش ہو جاتی تھی لیکن اس عمل کے لئے گاؤں سے دور ''خوڑ'' جانا پڑتا تھا۔اللہ کا کرنا ایسا تھا اس عمل کے فوراً بعد بارش شروع ہو جاتی تھی اور چونکہ اس وقت تک ہمارے پسماندہ گاؤں میں چھتریاں نہیں تھیں،اس لئے گاؤں تک واپس آتے آتے مولانا صاحب بھیگ جاتے تھے۔ایک مرتبہ والدہ صاحبہ نے مجھے مرغی دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ مولانا صاحب کو یہ دیدو اور ساتھ یہ بھی کہو کہ ہماری دلی تمنا ہے کہ بار بار آپ کے لئے مرغیاں بھیجتے رہیں لیکن گیدڑ آکر ہماری مرغیوں کو کھا جاتا ہے۔(گاؤں میں جب جوار کی فصل بڑھ جاتی ہے تو جوار کے کھیت گیدڑوں کے لئے مضبوط پناہ گاہ ہوتے ہیں جہاں وہ چھپ کر مرغیوں کا انتظار کرتے ہیں اور جونہی کوئی مرغی وہاں چلی جاتی ہے، دن دیہاڑے گیدڑ کا شکار ہو جاتی ہے)اس پر مولانا نے میری طرف دیکھا اور فرمایا گیدڑ تمہاری مرغیوں کو کھا جاتا ہے۔''جامدۃً وھی تمر ''سات مرتبہ پڑھ کر انگشت شہادت پر پھونک مار کر انگلی کو دائرے کی شکل میں پھیرو اور خیال سے حد کا تعین کرو کہ یہاں یہاں تک میں دائرہ بنا رہا ہوں ، پھر گیدڑ تمہاری مرغیاں نہیں کھا سکے گا۔میں نے جب یہ عمل کیا تو مرغیاں تو ہماری بچ گئیں ۔دوسرا فائدہ یہ معلوم ہوا کہ ہماری جوار کی فصل بھی گیدڑوں سے محفوظ ہوگئی۔ہم دیکھتے تھے کہ ہمارے کھیت کے آس پاس کے کھیتوں میں گیدڑ جوار کی فصل کو نقصان پہنچاتے تھے اور ہمارے کھیت محفوظ رہتے تھے۔جب میں دارلاقامہ (ہاسٹل) چلا گیا تو گاؤں کے دور افتادہ ہونے کے وجہ سے جلدی گاؤں نہیں جا سکتا تھا، والدین کو اس وظیفے کا اتنا اعتقاد تھا کہ میرے پیچھے پیغام بھیجتے تھے کہ جوار (مکئی) کی فصل بڑھ گئی ہے،لہذا آجاؤ اور وہ

وظیفہ پڑھ لو، پھر واپس چلے جانا۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ جب کہ مولانا صاحب کی عمر نوے سال سے اوپر تھی، مولانا صاحب کو خوش دیکھ کر میری ہمت ہوئی اور ان سے پوچھ بیٹھا کہ مولانا صاحب آپ کی تو کافی زیادہ عمر ہے، آپ نے اس عمر کو کیسے محسوس کیا ہے؟ اس پر مولانا صاحب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا کہ میں نے اس طویل عمر کو ایسے پایا ہے جیسے کہ آدمی ایک مکان کے ایک دروازے سے داخل ہوا اور (ٹھہرے بغیر) دوسرے دروازے سے نکل جائے۔ والد صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ جب مولانا صاحب بچوں پر دم ڈالتے تھے تو بچے اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ میرے منہ سے نکلا کہ حضرت! ہم بچے آپ کے پاس لے آتے ہیں، آپ دم ڈالتے ہیں، بچے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ جب آپ نہیں ہوں گے تو ہم کیا کریں گے۔ اس پر فرمایا کہ میری قبر پر لا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر لیا کرو، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ ان کو صحت دے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے کوئی ۱۹۷۰ء کے قریب ان کی وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ امین ثم امین

زکوٰۃ مال کی حفاظت اور بڑھوتری کا ذریعہ:

بھائی ثابت اللہ صاحب لاہور (ضلع صوابی) کا رہنے والا تبلیغی ساتھی ہے۔ یونانی ادویات کے تھوک کا کاروبار کرتا ہے۔ ایک مرتبہ کہنے لگا کہ میں غور غشتی (صوابی) کے حکیموں کے لئے ادویات لے کے گیا تھا، چونکہ صبح سویرے پہنچ گیا تھا، اس لئے ان کی دکانیں بند تھیں، مجبوراً مجھے ایک سکھ کے دکان پر بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا۔ اتنے میں ایک غریب آدمی سکھ کی دکان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، سکھ دکاندار نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا، مگر وہ آدمی چپ رہا، اس پر سکھ دکاندار نے بتایا کہ تم شاید زکوٰۃ کے لئے آئے ہو، اس آدمی نے بتایا کہ ہاں۔ اس پر سکھ نے بتایا کہ زکوٰۃ تو ہم زبر گہ (بزرگ مہینہ یعنی رجب) میں دیتے ہیں اور ابھی تو وہ مہینہ دور ہے۔ اس پر وہ آدمی تو چلا گیا لیکن میں نے سکھ سے پوچھا کہ سیٹھ تو مسلمان ہو گیا ہے اور مجھے بتایا تک نہیں ہے، اس نے بتایا کہ نہیں میں تو مسلمان نہیں ہوا ہوں، اس پر میں نے پوچھا کہ پھر تم یہ زکواۃ کیسے دیتے ہو، اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور میرا بھائی کہیں جا رہے تھے، جمعہ کا دن تھا، خطیب صاحب جمعہ کی تقریر کر رہا تھا، تقریر کے دوران اس نے بتایا کہ زکواۃ کا ایک معنیٰ مال کی زیادتی اور بڑھوتری بھی ہے، اس لئے جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے مال میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ میں نے بھائی کو بتایا کہ چلو اس سال اس کا بھی تجربہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس سال ہم

نے حساب کر کے پوری زکوٰۃ نکالی اور تقسیم کی۔ اس سال ہمیں نفع ہوا، چنانچہ اس وقت سے ہم ہر سال زکوٰۃ نکالتے اور تقسیم کرتے ہیں۔

ملازمت کے چند ابتدائی سال: ۱۹۹۲ء میں اللہ کے فضل سے ایم۔بی۔ایس کے آخری سال کا امتحان پاس ہوا۔ ۱۹۹۳ء میں ہاؤس جاب مکمل ہوا اور اس کے فوراً بعد رائیونڈ کے ڈاکٹروں کے سالانہ جوڑ سے اللہ نے چار مہینے تبلیغی جماعت کے ساتھ گزارنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چار مہینے کے لئے ہمت سیدی و مرشدی حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ العالی نے بندھائی۔ نومبر ۱۹۹۵ء میں محکمہ صحت صوبہ سرحد میں عارضی (Contract) ملازمت پر بنیادی مرکز صحت فضل آباد (مشہور نام جکن ناتھ۔ ضلع صوابی) میں تعیناتی ہوگئی۔ ہمارے ڈاکٹروں کا اصل مسئلہ خاص کر بنیادی مراکز صحت میں یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی انتظامی تربیت (Administrative Training) کو حاصل کئے بغیر چلے جاتے ہیں، ادھر کا عملہ ہمیں مختلف محکمانہ انتظامی چیزیں سکھاتا ہے۔ اس کے باوجود ان کو دبائے رکھنے کی ہم خوب کوشش کرتے ہیں کہ اگر ہمارے سامنے عملے کے کسی دوسرے فرد کو کوئی بیمار ڈاکٹر صاحب کہہ دے تو ہم مریض پر بھی برس پڑتے ہیں اور عملے کے آدمی کو بھی خوب بے عزت کرتے ہیں کہ تم اس کو کیوں نہیں بتاتے ہو کہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں بلکہ ڈاکٹر یہ ہے۔ بعض صورتوں میں بنیادی مرکز صحت میں پہلے سے موجود میڈیکل ٹیکنیشن کے فنی اور طبی تجربے اور لوگوں کے ساتھ اس کے میل جول کی وجہ سے لوگوں کا میلان ٹیکنیشن کی طرف ہوتا ہے اور وہ لوگ اس سے علاج کرانا چاہتے ہیں۔ اس کو ڈاکٹر صاحب اپنی بے عزتی سمجھ کر ٹیکنیشن اور عملے کے دیگر افراد کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر لیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر عملہ ڈاکٹر صاحب کے خلاف ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ آپس میں سلام، دعا اور بات چیت بند ہو جاتی ہے۔ آدمی زیادہ گہرائی میں سوچتا ہے تو صوفیا کی بات بہت زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ساری برائیوں کی جڑ یا تو رذیلہ تکبر ہے یا رذیلہ حرص۔ واقعی یہ سارے جھگڑے تکبر یا حرص ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے دن غالباً ۲۸ نومبر ۱۹۹۵ء کو جب بنیادی مرکز صحت جانا ہوا تو ٹیکنیشن صاحب نے بتایا کہ جناب دستخط آسان قسم کا کرنا کہ کبھی آپ نہ ہوں تو ہمیں حاضری رجسٹر میں آپ کا دستخط کرنے میں دقت نہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ یہ ایک غیر آباد جگہ ہے، افسران اس جگہ نہیں آتے ہیں، لہٰذا آپ نہ بھی آنا چاہیں تو کوئی زیادہ مسئلہ نہیں ہے۔ میں اس دن تو صرف

صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا۔ دوسرے دن میں نے سب کو جمع کیا اور ملازمت کی وجہ سے ہم پر جو پابندیاں شرعاً لاگو ہوتی ہیں، ان کی بات کی اور ان کو بتایا کہ میں خود بھی ان کی پوری پابندی کروں گا اور آپ لوگوں سے بھی توقع رکھوں گا کہ آپ بھی خیال رکھیں گے۔ دوسرے تیسرے دن ٹیکنیشن نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کی نئی تعیناتی ہوگئی ہے، ابھی آپ کو تنخواہ جلدی نہیں ملے گی۔ ادھر میرے رہائشی کمروں میں ہم نے میڈیکل سٹور کھولی ہے اس لئے کہ ادھر کئی میلوں تک کوئی میڈیکل سٹور نہیں ہے، یا تو جب تک آپ ادھر ہوں تو منافع کا جتنا حصہ آپ کہیں لیں یا اگر پورا منافع لینا چاہیں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر آپ اس کو خرید کر مالک بن کر نفع حاصل کرنا چاہیں تو بھی، جیسے آپ کی مرضی ہو۔ میں نے بتایا کہ پہلی صورت (ملکیت ان کی ہو اور مجھے نفع ملتا رہے) یہ تو ناجائز ہے۔ دوسری صورت کے بارے سوچوں گا وہ یہ بھی بتارہا تھا کہ فی الحال مجھے پیسے مت دیں، پیسے پھر مجھے بعد میں دے دیں۔ اپنے سلسلے کے ماہانہ اجتماع میں حاضری کے موقع پر سیدی مرشدی حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ العالی سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ان کے سٹور میں شراکت نہ کریں اور ان سے کہیں کہ اگر کوئی غریب مریض آئے تو اس کی مدد کریں۔ یہ بات میں نے ان کو بتائی تو وہ بخوشی راضی ہوگئے۔ بعد میں اس سٹور میں حصہ دار نہ بننے کے وجہ سے بڑی سہولت اور آسانی محسوس ہوئی۔ تعیناتی کے فوراً بعد مجھے پتہ چلا کہ مرکز صحت میں جو چائے بنائی جاتی ہے، وہ اس سٹور کے پیسوں سے بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے سب کو جمع کیا اور چائے کے لئے سب سے پیسے جمع کرنے کی بات کی اور اسی طرح جب تک میں وہاں رہا، چائے کے لئے ہم پیسے جمع کرتے رہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی مجالس میں بیٹھنے، ان کی دعاؤں اور مشوروں کی برکت سے تقریباً آٹھ سال کا عرصہ ان لوگوں کے ساتھ عافیت سے گزرا اور کوئی خاص تکلیف اللہ کے فضل سے محسوس نہیں ہوئی۔ بنیادی مرکز صحت کے عملے کے ساتھ ابھی تک اچھے تعلقات ہیں۔ ان علاقوں میں کوئی معلومات درکار ہوں یا کوئی کام ہو تو وہ لوگ ابھی تک خوب تعاون کرتے ہیں۔ اگر بزرگوں (مراد چار روحانی سلسلوں کے تربیت یافتہ محقق مشائخ ہیں) کی مجلس میں بیٹھنا نصیب ہوجائے اور ان کی نظر کرم ہوجائے تو مجھ جیسے بے بس و بے سروسامان دیہاتی کی زندگی میں بھی سکون آسکتا ہے، پھر دوسرے صاحبِ استعداد لوگوں کی کامیابیوں و کامرانیوں کا تو کیا کہنا!

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ﴾ (قسط۔۳۸)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

اطمینانِ قلب کیا ہے؟

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ o (یونس:۶۲،۶۳)

ترجمہ: یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ (تفسیرِ عثمانی)

فرمایا کہ اولیاء اللہ کو نہ غم ہوتا ہے اور نہ خوف اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ حاصل کیا۔ اس آیت میں اولیاء اللہ جو اللہ کے خاص دوست ہیں کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ اُن کی دو خصوصیات ہیں، ایمان اور تقویٰ۔ اور ان خصوصیات کے معاوضے میں اللہ تعالیٰ نے دو انعامات کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ انعامات مادی نہیں ہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم محنت کریں گے تو ہم کافی پیسہ کما لیں گے اور زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیں گے۔ اس آیت مبارکہ میں مادی انعامات کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ رُوحانی (معنوی) انعامات کا ذکر ہے۔ مادی انعامات پر غور کریں جو کہ ہمیں کافی مقدار میں حاصل ہو جائیں پھر بھی ہم اپنے آپ کو ناخوش اور غیر مطمئن پاتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں ناگواریاں ہوتی ہیں۔ ہمارے نفسیاتی اور رُوحانی تقاضے پورے نہیں ہوتے ہیں۔ پس ان مادی چیزوں کو حاصل کر کے ہم نے کیا پایا؟ ہم آرام کی نیند نہیں سو سکتے اگر ہمیں اطمینان نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر انعامات کا تذکرہ کیا ہے تو وہ دو قسم کے ہیں، وہ انعامات جو اس دنیا سے متعلق ہیں اور وہ جو یومِ حساب کے لئے ہیں جنت کی شکل میں۔ جہاں تک یومِ حساب اور آخرت کا تعلق ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ، رہنے کے لئے عالیشان اور خوبصورت محلات اور بنگلوں، حسن و جمال والی عورتوں اور چمک دَمک والی سواریوں

اور مختلف قسم کے خوش ذائقہ کھانوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور جب وہ اِس دنیا کے معاوضے کا تذکرہ فرماتا ہے تو رحمت، راحت، برکت کا تذکرہ فرماتے ہیں اور یہ کہ یہاں نہ تمہیں کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی خوف ہوگا۔ دراصل یہ وہ معنوی اور رُوحانی چیزیں ہیں جنہیں ہم اپنی مادی چیزوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جسے رُوحانی اور نفسیاتی سیری (سیر ہونا) اور آسان الفاظ میں اطمینانِ قلب کہتے ہیں۔ یہ روحانی فوائد مادی فوائد سے اعلیٰ و افضل ہیں۔

اصلاحی ترتیب بھی اجتماعی شکل میں انسان کیلئے اصلاح کی سہولتیں اور آسانیاں پیدا کرتی ھے:

فرمایا کہ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ مسلمان کسی کام کو مل کر کریں، باہمی تعاون سے کریں، اللہ تعالیٰ اُس کو آسان کردیتا ہے۔ اسی سے ہمارے علاقے کی "اُشر" کا تصور ہے۔ پہلے زمانے میں مزدور کا تصور نہیں تھا۔ اس طرح ہوتا تھا کہ مثلاً ہماری فصل تیار ہوگئی ہے تو سارے گاؤں والے مل کر پہلے اُس کو کاٹیں گے اُس کو اُشر کہتے تھے۔ اُس میں کھانے کا بندوبست اُس آدمی کے ذمے ہوتا تھا جس کی اُشر ہوتی تھی۔ پھر ہماری فصل ختم ہوگئی آپ کی فصل تیار ہوگئی اُس کو کاٹیں گے، اس طرح سارے گاؤں والے مل کر سارے کام کرتے تھے۔ فصلیں کاٹنے سے جب فارغ ہو گئے تو پھر مکانوں کی تعمیر، مرمت اس کی اُشر شروع ہوجاتی تھی۔ یہ اُشر کا تصور ہے۔ کوئی بہت ہی معذور یا بڑی عمر والا ہوتا تو اُس کا گاؤں والے ایسے ہی تعاون کے طور پر کام کرلیتے تھے۔ اس میں بڑی برکت تھی، بڑی آسانیاں تھیں۔ گاؤں کے لوگوں کے یہی کام آپس میں باہمی خوشی اور تفریح کا سامان ہوتے تھے۔ فصل کاٹتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، لطائف وظرائف، ہنگامے ہوں، یا نعرے، ایک دوسرے پر فقرے کسنا، وہی گویا اُن کی ایک قسم کی باہمی تفریح کا سامان ہوجاتا تھا۔

اس تمہید کی روشنی میں اس بات پر غور کرنا ہے کہ ایک اپنی اکیلے اکیلے اصلاح کرنا ہے اور ایک اصلاحی نظام کا ایک فرد اور رُکن بن کے اُس میں شامل ہوکر اپنی اصلاح کرنا ہے۔ یہ جو حدیث

کا تذکرہ میں نے آپ کے سامنے کیا کہ مسلمان جس کام کو جماعت کی صورت میں کریں اللہ تعالیٰ اُس میں برکت اور آسانی کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی انسان کی اصلاح کا بھی شریعت کا منشاء یہ ہے کہ اجتماعی طریقے سے ہو۔ لہٰذا با جماعت نماز مقرر کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں باجماعت نماز پر پوری بحث لکھی ہے۔ گویا یہ تو ایک لازمی رُکن فرض درجے کا اصلاحی نظام ہے جس میں ہر ایک آدمی کیلئے لازمی کیا گیا ہے کہ وہ جماعت میں آئے۔ پھر جماعت کی نماز میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کو واجب کہا جاتا ہے۔ بعضے باتیں ایسی ہے جن کو سنتِ مؤکدہ کہا جاتا ہے۔ سننِ شعائر ایسی سنتیں ہیں جو مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ بعضی ایسی سنتیں ہیں جسے دیکھ کر آپ پہچانتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے یا بعض ایسی علامتیں ہیں جس سے آپ پہچانتے ہیں کہ یہ مسمانوں کی بستی ہے۔ وہ کونسی علامتیں ہیں جس سے آپ پہچانیں گے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے؟ وہ مسجد ہے اور اذان ہے۔ اسلامی لشکر گزر رہا ہو اور ایک بستی ایسی ہو جس میں سو آدمی رہ رہے ہوں، سارے کے سارے آدمیوں نے ساری رات تہجد میں گزاری ہو لیکن صبح اذان نہیں ہوئی اور جماعت نہیں ہوئی تو اس بستی کے ساتھ اسلامی لشکر کفار والا سلوک کرے۔ یعنی اُن کو اسلام کی دعوت دے۔ بعد میں معلوم ہو کہ مسلمانوں کی بستی ہے تو خیر... لیکن پہلا جو اقدام کرے وہ کفار والا کرے کیونکہ اس میں سننِ شعائر نہیں ہیں، علامت والی سنت نہیں ہیں یعنی اذان اور جماعت کی نماز۔ دوسری بستی جس میں سو آدمی رہ رہے ہیں، ستانوے آدمیوں نے ساری رات بدکاری میں گزاری۔ لیکن تین آدمیوں میں سے صبح ایک آدمی نے اذان دی اور مسجد میں آئے دو پیچھے کھڑے ہوئے، ایک آگے کھڑا ہوا اور فجر کی نماز با جماعت پڑھی۔ اس بستی کے ساتھ اسلامی معاملہ کیا جائے گا اور یہ بستی بدرجہا بہتر ہے اُس بستی سے جس میں اذان اور جماعت کی نماز نہیں ہوئی اور ساری رات لوگ تہجد پڑھتے رہے۔ کیونکہ اس دوسری بستی کے پاس سننِ شعائر ہیں یعنی اذان اور جماعت۔ تو سننِ شعائر کی اہمیت اس پہلو سے کتنی زیادہ ہے کیونکہ جماعت کی نماز میں جو بلایا گیا تو وہ اس لئے کہ یہ جو اصلاحی نظام ہے فرض کی شکل میں، یہ تو کم از کم ہر مسلمان کے پاس ہونا

چاہیے۔اس بات کو کسی کتابی حوالے سے تو میں نہیں کہتا لیکن میرا تجربہ ہے کہ جو آدمی جماعت کی نماز میں نہ آتا ہو اور ہو دِیندار، یہ بے دِین سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کیونکہ بے دِین کو ایک یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ میں گناہ گار آدمی ہوں، فاسق فاجر آدمی ہوں۔ یہ چیز کسی وقت اُس کے لئے توبہ تائب ہونے اور کامل اصلاح حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جبکہ جماعت کی نماز میں نہ آنے والے آدمی کا دین اپنی مرضی کا ہی ہوتا ہے۔ جو آدمی جماعت کی نماز میں آنا شروع ہو گیا اس کو آدھا دِین مل گیا اور مسجد کا ماحول باقی آدھے دِین کا اس کیلئے بندوبست کرلے گا تو لہٰذا اصلاحی ترتیب بھی اجتماعی شکل میں انسان کیلئے اصلاح کی سہولتیں اور آسانیاں پیدا کرتی ہے۔

غم اور خوف کیا ھیں؟

فرمایا کہ غم اُس احساس کو کہتے ہیں جو ہمیں گذشتہ ناگوار چیزوں اور واقعات پر محسوس ہوتا ہے۔اُن واقعات کے ساتھ متعلق خیالات واحساسات ہمیں غمزدہ کر دیتے ہیں۔ہم سوچتے ہیں کہ ایسے کیوں ہوا؟ جس کی وجہ سے مجھے اتنی تکلیف اور کوفت ہوئی۔ اتنا میرا مال ضائع ہوا، اتنی میری صحت ضائع ہوئی، میرے خاندان کو حادثے کیوں پیش آ گئے؟ خوف اُن ناگوار چیزوں کا ہوتا ہے جو مستقبل میں پیش آ سکتی ہیں۔ مجھ سے کوئی پیسے ضائع نہ ہوں یا میرے خاندان کو حادثے نہ پیش آ جائیں، صحت کا کوئی نقصان نہ ہو۔غم اور خوف ہماری نفسیات کے دو تکلیف دہ جزو ہیں جو کہ ہمارے ذہنوں میں کھچاؤ (Tension) اور بے چینی (Anxiety) پیدا کرتے ہیں۔ ہمارا ذہنی دباؤ، کھچاؤ اور بے چینی غم اور خوف کے پیدا کردہ ہیں۔ غم گذشتہ واقعات کے بارے میں ہوتا ہے اور خوف آنے والے واقعات کے بارے میں ہوتا ہے۔ جب غم اور خوف بے چینی، کھچاؤ اور ذہنی دباؤ پیدا کرتے ہیں تو یہ ہمارے بدن کے غدود کے عروق (Hormones) اور اعضاء کے عروق (Enzymes) کو مکمل تبدیل کر دیتے ہیں۔غم اور خوف کی وجہ سے اس طرح کے ہارمون، اینزائم اور مادے ہمارے بدن میں خارج ہوتے ہیں جو ہمیں زیادہ سے زیادہ کھچاؤ میں (Stressful) کر لیتے ہیں۔

اولیاء اللہ بھی نارمل لوگ ہوتے ہیں، اُن کا بھی خوف سے واسطہ پڑتا ہے، اُن کو خوف ہوتا ہے کہ اُن کو اور اُن کے خاندان والوں کو تکلیف نہ ہو۔ وہ اپنے متعلقین کو محفوظ اور معاشی طور پر آسودہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب یہ اندیشے اُن کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ہم نے دل کی گہرائی سے کہا ہوا ہے کہ لا الہ الا اللہ، ہم اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں۔ تو جس کا پالنے والا اللہ جل جلالہٗ ہو تو اُس کو کیسے برائی پیش آسکتی ہے اور اگر کچھ ہمیں برا دکھائی بھی دیتا ہے تو وہ ہمارے لئے اچھا ہی ہوتا ہے اگر وہ من جانب اللہ ہے کیونکہ اُس کو سب خبر ہے۔

مشائخ کے سینے سفینے اور دفینے ہوتے ہیں:

فرمایا کہ گناہ کا عام فقہی اُصول یہ ہے کہ آپ گناہ کا تذکرہ کسی کے آگے نہیں کریں گے۔ گناہ کر کے گناہ کا تذکرہ کسی کے آگے کرنا کہ میں نے ایسا گناہ کیا ہے یہ دُگنا گناہ ہے لیکن جہاں آدمی کا بیعت کا تعلق ہے، اصلاح کا تعلق ہے وہاں اصلاح کیلئے اپنی بات کو ظاہر کرنا اس کو شریعت نے منع نہیں کیا اور مشائخ کیلئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ جب مرید گناہوں کا تذکرہ کرے اس کے باوجود اس کو گھٹیا نہ سمجھیں بلکہ شیخ کو اپنی جان اُس سے گھٹیا نظر آئے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو شیخ اپنی خیر منائے، وہ کامل نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ مشائخ کے سینے سفینے ہوتے ہیں اور دفینے ہوتے ہیں کہ اُس میں سب کے خراب حالات دفن ہوتے ہیں اور کسی کو بتاتے نہیں ہیں۔

صُحبت سے آدمی کے باطن کی روشنی زیادہ ہوتی ہے تو اس آدمی کو وہ شرک کی باتیں بھی نظر آتی ہیں جہاں پہلے ان کا دھیان تک نہیں جاتا تھا:

فرمایا کہ ایک موٹا موٹا ظاہری شرک ہے اور ایک بڑی باریکیاں ہیں جو قلب میں غیر اللہ کی صورت میں ہیں، وہ قلب سے دُھلتی ہیں تربیت حاصل کرنے سے۔ صحبت سے اور ذکر اذکار کی روشنی اور مجاہدہ سے۔ صحبت سے آدمی کے باطن کی روشنی زیادہ ہوتی ہے تو اس آدمی کو شرک کی وہ باتیں بھی نظر آتی ہیں جہاں پہلے ان کا دھیان تک نہیں جاتا تھا۔ صحبت کی برکت اور ذکر کی روشنی کے

بعد آدمی کو آگاہی ہوتی جاتی ہے کہ یہ یہ باتیں شرک کی ہیں۔

اللہ کے خاص بندوں کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ یوں چاھتے ھیں کہ اُن کی نگاہ اسباب پر نہ ہوا کرے، مسبب پر ہوا کرے کیونکہ اُن سے اللہ تبارک و تعالیٰ توحید کا بہت اُونچا مقام چاھتے ھیں:

فرمایا کہ معرفت پانی پر چلنے کو نہیں کہتے، ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا یہ معرفت نہیں ہے۔ معرفت کہتے ہیں تعلق مع اللہ اور اللہ کی رضا کے سمجھنے کو۔ گہرے سے گہرا سمجھنا۔ ایک بزرگ کے بارے میں کسی نے وفات کے بعد خواب دیکھا، فرمایا میری جب پیشی ہوئی وفات کے بعد تو مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا میرا تو کوئی عمل بھی پیش کرنے کے قابل نہیں ہے، ایک بات کو پیش کر دیتے ہیں کہ یا اللہ تبارک وتعالیٰ! ہم نے آپ کی توحید پر زندگی گزاری۔ کہتے ہیں مجھ سے فرمایا گیا کہ ایک دن آپ کا پیٹ خراب ہوا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ دودھ پینے کی وجہ سے پیٹ خراب ہوا ہے۔ دودھ سے خراب ہونے کا کہا تھا تو آپ کی توحید کہاں رہی؟ حالانکہ عام طور پر ہم عام لوگوں کیلئے اسباب کے ساتھ کسی بات کو متعلق کر کے بیان کرنا جائز ہے۔ عام فقہی مسئلہ ہے کہ میں نے کہا میری بھینس نے دودھ دیا۔ دیا تو اللہ نے ہی ہے تو یہ شرک کی بات نہیں ہے یا میں نے چنے کھائے تھے، مجھے پیٹ میں درد ہوا۔ یا فلاں جگہ سے کوئی چیز کھائی تھی تو اس سے درد شروع ہو گیا۔ لیکن اللہ کے خاص بندوں کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ یوں چاہتے ہیں کہ اُن کی نگاہ اسباب پر نہ ہوا کرے، مسبب پر ہوا کرے کیونکہ اُن سے اللہ تبارک وتعالیٰ توحید کا بہت اُونچا مقام چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں پھر یہ بات بھی سامنے آگئی کہ توحید بھی ناقص نکل گئی۔ اب کیا کریں؟ اب اللہ تعالیٰ کے فضل کا ہی سہارا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فضل سے ہی مغفرت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بہت ہی قدردان ذات ہے۔

(جاری ہے)

فنا فی المال۔ ھائے پیسہ وائے پیسہ (قسط۔۲)

(ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر میڈیسن، کوہاٹ میڈیکل کالج)

ہمارے گھر کے پیچھے ایک نئی تعمیر شروع تھی جس کی اونچائی کی وجہ سے گھر میں بے پردگی کا احتمال تھا۔ اپنی طرف کی دیوار کو اونچا کرنے کے لئے میں ایک جاننے والے (لوہے کا کام کرنے والے) کے پاس گیا تا کہ دیوار کو چادر اور لوہے کے ذریعے اونچا کر دیا جائے۔ اس کی دکان میں اسے دروازے کے سامان کے ساتھ مصروف پایا۔ میں نے کہا یہ دروازے لگانے کے ارادے کہاں کے ہیں۔ تو اس نے مسکرا کے اپنے نئے گھر بنانے کی داستان سنا ڈالی کہ "صرف گھر کے دروازے لگانے رہ گئے ہیں، باقی تمام گھر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے۔ اب انشاء اللہ اپنے نئے گھر میں جلد ہی چلے جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب میرے پاس ایک پلاٹ تھا، میں نے پیسے جمع کرنا شروع کئے تا کہ کرایے کے گھر سے نجات مل جائے۔ چار، ساڑھے چار لاکھ روپے جمع ہوئے تو میرے دل میں حج کرنے کا ارادہ ہوا، اپنے گھر والوں سے مشورہ کیا، انہوں نے بھی میری حمایت کی، میں اور میری بیوی نے پختہ ارادہ کیا کہ حج پہلے کرلیں، بعد میں گھر بنائیں گے۔ میں نے باقی ساتھیوں کے سامنے بات رکھی تو انہوں نے پہلے گھر بنانے کا مشورہ دیا۔ بہر حال ہم نے حج داخلے کے پیسے اکھٹے کر کے حج والے سے اپنے داخلہ کا کہہ دیا، میرا ایک دوست بھی حج کے لئے تیار ہو گیا، اس کے پاس دو لاکھ روپے تھے، جس دن پیسے داخل کرنے تھے، اس دن میں نے دوست کو ٹیلی فون کیا تا کہ دونوں اکھٹے جا سکیں۔ اس نے ٹیلی فون پر معذرت کی کہ میں نے تو تین لاکھ کا ایک پلاٹ خرید لیا ہے، اس پلاٹ کو پھر بیچ کر جو منافع ہو گا اس میں اگر ہو سکا تو حج کر لیں گے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا، میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو جواباً کہا کہ یہ پلاٹ پھر شاید ہاتھ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے کاروبار سے تھوڑا ہی منع کیا ہے اس کی دلیل سے کاروباری آدمی کی جو دنیا کے فائدے کی سوچ کا حامل ہوتا ہے، کا حلیہ دماغ میں گھوم گیا ۔ بہر حال میں نے حج کی تیاریاں مکمل کیں اور حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۴۲ دن بڑے آرام سے گزرے، اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے لوگوں کو بھی اپنا گھر اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف بخشا۔ حج سے ہماری واپسی خیریت سے ہوئی۔ میں اپنے کاروبار میں مصروف ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی عرصہ میں میری ضروریات پوری کر دیں، مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ برکت کہاں سے آ رہی ہے جس گھر کو میں بنانے کی فکر میں تھا کہ کیسے بنے گا، وہ اب میرے سامنے تیار کھڑا ہے، بس میں ایک ٹھیکیدار دوست نے میری مدد کی، اب آپ کو حج پہ نہ جانے والے کی بات بتاؤں۔ اب حال ہی میں وہ پلاٹ جو اس نے ساڑھے تین لاکھ کا خریدا تھا، اچانک اسے پیسوں کے ضرورت پڑی، جب

پلاٹ بیچنے کے لئے مارکیٹ گیا تو مارکیٹ میں ان پلاٹوں کے نرخ گھٹ چکے تھے۔اس لئے مجبوراً نقصان کے ساتھ بیچنا پڑا۔یوں اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کا نقصان بھی دکھایا اور دین کا نقصان بھی۔“

میں نے اس کی کہانی سن کر کہا کہ ہمارے حضرت صاحب نے اپنے ایک بیان میں ایک جماعت میں لگے بزرگ کے بارے فرمایا تھا کہ وہ اکثر پشتو میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ایک جملہ بولا کرتے تھے کہ ”ڈیر غیرتی باچا دے“ اللہ تعالیٰ بڑا ہی غیرتی بادشاہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے لئے جو پیسے لگاتا ہے،اسے دوگنا ،تگنا اور دس گنا اللہ تعالیٰ دنیا میں دیتے ہیں اور آخرت کا ثواب تو ہے ہی زیادہ،اور اگر دنیا کی لالچ کر کے اللہ تعالیٰ کے نام کو پیچھے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیا میں بھی ذلیل کرتے ہیں اور آخرت میں علیحدہ۔(ہر جگہ ہائے پیسہ اور وائے پیسہ۔پیسہ ہی ہمارا خدا ہے)(نعوذ و باللہ)

میں ایک دفعہ اپنے وارڈ میں کام کر کے ایک ایمرجنسی کے لئے ہسپتال سے باہر جا رہا تھا، جب سڑک کے کنارے پر پہنچا تو پیچھے سے ایک تیز آتی ریڑھی کی آواز آئی۔میں سمجھا شائد کوئی تیزی میں ہے اس لئے میں بغیر پیچھے مڑے ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔تو قریب ہی ایک آدمی نے میرا نام لے کر مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک مریض کی کرسی پر ایک مریض کو بٹھا کر تین آدمی میرے پاس پہنچ کر رک گئے،ہاتھ میں دوائیوں کا لفافہ تھا،جس میں کچھ انجکشن بھی تھے،انہوں نے مجھے راستے میں روکنے پر معذرت کی اور کہا کہ ہم آپ کے پاس بیمار پہلے بھی لا چکے تھے لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوئی تو ہم نے یہ بیمار فلانے ڈاکٹر صاحب کو دکھا دیا۔اب آپ ایک نظر یہ دوائیاں دیکھیں اور پھر اس بیمار کو بھی دیکھ لیں۔میں نے پہلے بیمار پر توجہ کی،جو معائنہ اس وقت ہو سکتا تھا، وہ کیا،پھر اسے تسلی دینے کے ساتھ دوائیاں دیکھیں،تو ان میں چھ انجکشن ایسے تھے جو کمیشن کے نام سے جانے جاتے تھے یعنی کمپنی والے اُن کے لکھنے پر ڈاکٹر کو کمیشن دیتے ہیں۔میں نے پوچھا یہ انجکشن کیا ہیں؟ تو انہوں نے ڈاکٹر موصوف کا نسخہ دکھایا کہ چار انجکشن تو ابھی دو گھنٹے کے اندر لگ گئے ہیں اور باقی چھ گھر کے لئے لکھے گئے ہیں۔

میں نے دل میں گھٹن محسوس کی،ایک نظر بیمار کی حالت کو دیکھا،اس کے کپڑوں کو،اس کے پاس رکھے ہوئے کپڑے کے لفافے کو،پھر ان انجکشنوں کو اور دل میں کہا کہ ہائے افسوس ہے ہم ڈاکٹروں پر کہ کیسے سو روپے کمانے کے لئے مریضوں کے زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ایک انجکشن کے بدلے میں سو روپے کمیشن،تو اس مریض کے جیب سے تو ہزار روپے مفت میں چلے گئے۔میں نے وہ انجکشن اور کچھ دوائی واپس کروا دی اور اپنی طرف سے کچھ دوائی لکھ کر انہیں رخصت کیا۔یہ بیمار ہمارے پاس ایک آس لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈاکٹر تو ماں باپ کی طرح ہوتے ہیں،افسوس ہے ہم پر کہ ہم ان کے اس مسئلے کا پاس بھی نہیں کرتے،ہر وقت پیسے پر ہی نظر کرتے ہیں۔ایک

ڈاکٹر صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ اس کی دن کی آمدن جو وہ اپنی ڈیوٹی کے دوران انجکشن لکھ کر کمیشن وصول کرتا ہے چھ ہزار روپے تک ہے۔ ہمارا پیٹ قبر کی مٹی سے ہی بھرے گا۔ حدیث شریف ہے کہ ''جو شخص یہ پروانہ کرے کہ اس نے مال کہاں سے کمایا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ پروانہ کریں گے کہ کہاں سے اس کو دوزخ میں داخل کریں'' (۔۔۔ابن عمرؓ از احیاء العلوم) حضرت ابن عباسؓ سرکار دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں ''بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ متعین ہے، جو ہر رات یہ اعلان کرتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا، اس کی نہ فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل عبادت'' (از احیاء العلوم) حضرت سمیط بن عجلانؒ نے فرمایا ہے کہ تیرا پیٹ طولاً اور عرضاً ایک بالشت سے زیادہ نہیں، پھر وہ دوزخ میں پھینکنے کا باعث کیوں بنے۔ (از احیاء العلوم)

میں ایک دفعہ کپڑے خریدنے کے لئے ایک دکان میں داخل ہوا، اس دکان کا پتہ ایک جاننے والے نے بتایا تھا، ساتھ اس دکاندار کو ٹیلی فون بھی کر دیا تھا تا کہ کپڑے کے مناسب دام لگا دے۔ دکاندار نے میرا استقبال کیا، بٹھایا اور خود گاہک کو سودا بیچنے کا کہہ کر دوسری طرف مصروف ہو گیا۔ پردے میں چند عورتیں بیٹھیں تھیں اور کپڑے خریدنے کے لئے دکاندار سے بحث کر رہی تھیں۔ اس نے انہیں مختلف قسم کے کپڑے دکھائے نرخ کے ساتھ۔ وہ بھاؤ پوچھ کر دوسرے کپڑے کی طرف متوجہ ہو جاتیں۔ اس بحث کے دوران دکاندار صاحب ہر قیمت کے بتانے پر ''اللہ کی قسم ہے باجی'' کے الفاظ زبان سے ادا کر رہا تھا۔ ''نہیں نہیں باجی اللہ کی قسم یہ قیمت تو صرف آپ کے لئے میں نے کم کی ہے، اتنی کم قیمت پر تو ہم نہیں بیچ سکتے، یہ تو اللہ کی قسم ہمیں نقصان ہے''۔ دس، پندرہ منٹ کی بحث کے بعد وہ عورتیں کپڑا خرید کر رخصت ہوئیں۔ دکاندار صاحب نے مجھ سے معذرت کی کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی۔ اب آپ بتائیں آپ کو کس قسم کا کپڑا چاہیے۔ میں نے جواباً کہا کہ مجھے بیٹھنے کی تکلیف تو نہیں ہوئی، البتہ آپ کے بار بار اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کی دلی تکلیف ضرور ہوئی ہے، آپ ان کو نرخ بتا دیتے، اگر لینا ان کی قسمت میں تھا اور پیسے آپ کی قسمت میں تو وہ خرید کر پیسے آپ کے حوالے کر دیتیں اور دوسری بات نامحرم کے ساتھ اتنی طویل گفتگو کرنا کہاں جائز ہے۔ وہ جواباً کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب کیا کریں قسمیں نہ کھائیں تو کاروبار کیسے چلے۔ ان لوگوں کو قسموں کے بغیر اعتبار ہی کب آتا ہے۔ ہم نے بھی اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ یہ نہ کریں تو کھائیں گے کہاں سے۔ میں نے زیادہ بحث کرنا فضول سمجھا، کچھ اور باتیں کر کے میں نے کپڑا لینے سے معذرت کی اور وہاں سے رخصت ہوا اور ''ہائے پیسہ وائے پیسہ'' ہی کو سوچتا رہا۔ تجارت میں جھوٹی قَسم کھانے کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے ''جھوٹی قَسم سامانِ تجارت کو رواج دینے والی ہے اور کسبِ حلال کی برکت کو ختم کرنے والی ہے'' (بخاری، مسلم و بیہقی۔ابو ہریرہؓ) حضرت ابو ہریرہؓ سرکارِ دوعالم ﷺ کا

ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں "تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر نگاہِ کرم نہیں فرمائیں گے ،متکبر مال دار، دے کر احسان جتلانے والا اور اپنے سامانِ تجارت کو قسم کھا کر رواج دینے والا" (مسلم) یونس ابن عبید کی دکان میں مختلف قسم کی پوشاکیں برائے فروخت ہوتی تھیں۔ بعض کی قیمت دو سو درہم تھی اور بعض کی چار سو درہم۔ ایک مرتبہ وہ اپنے بھتیجے کو دکان پر بٹھا کر نماز کے لئے چلے گئے، ایک اعرابی آیا اور اس نے چار سو درہم کی پوشاک طلب کی، لڑکے نے چار سو کی بجائے دو سو درہم والی پوشاک دکھلائی، اعرابی نے خوشی خوشی قیمت ادا کی اور پوشاک لے کر چلا گیا، یونس ابن عبید نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے، اعرابی کے ہاتھ میں پوشاک دیکھی تو سمجھ گئے کہ وہ اس کی دکان سے آرہا ہے، قیمت معلوم کی، اس نے بتلایا کہ یہ پوشاک چار سو درہم میں خرید کر لا رہا ہوں، یونس ابن عبید نے کہا کہ اس کی قیمت دو سو درہم سے زیادہ نہیں ہے، اس لئے تم واپس جاؤ اور اپنے دو سو درہم وصول کرو۔ اعرابی نے کہا اول تو یہ پوشاک ہمارے شہر میں پانچ سو درہم سے کم نہیں ملتی، دوسری بات یہ کہ میں اس قیمت پر راضی ہوں۔ یونس نے کہا بھائی بحث نہ کرو، میں تمہاری بھلائی کیلئے کہہ رہا ہوں، دین میں خیر خواہی دنیا مافیہا سے بہتر ہے۔ بالآخر اس کو دکان پر واپس لے گئے اور دو سو درہم واپس کئے، بعد میں اپنے بھتیجے کو ڈانٹا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، اتنا زیادہ نفع لیتے ہوئے، تم نے اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس نہیں کیا۔ لڑکے نے کہا چچا جان! اس نے یہ قیمت اپنی مرضی سے دی ہے، میں نے جبر نہیں کیا تھا۔ یونسؒ نے جواب دیا، اس کے باوجود تمہیں خیر خواہی کرنی تھی، تمہیں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے تھا جو تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو، اگر یہ چار سو درہم پوشاک کی اصل قیمت چھپا کر لئے جاتے تو یہ ظلم ہوتا۔ ایک حدیث شریف میں ہے "جو شخص تم پر اعتماد کرے اسے دھوکا دینا حرام ہے"۔

(طبرانی۔ بیہقی۔ جابرؓ از احیاء العلوم)

(صفحہ آخر سے آگے)

تمام مشائخ کرام نے میرا استقبال کیا اور خاص "لئے" میں سب نے میرے آنے کی خوشی میں اسم ذات کا جہری ذکر کیا اور میری آمد پر برزخ میں مشائخ نے تین دن جشنِ خوشی منایا، تین دن کے جشن کے بعد خواجۂ کائنات حضرت ختم المرسلین ﷺ نے اپنے دربار میں بلایا، میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے ختمِ نبوت کے کام کے طفیل مجھ پر توقع سے زیادہ عنایت فرمائی اور اب میں آپ ﷺ کے پاس ہی ہوتا ہوں۔

کشف و کشوف اگرچہ کوئی شرعی حجت نہیں لیکن اس کشف میں کوئی بات خلاف شرع بھی نہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ یقیناً ایسا ہی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ معاملہ حضرت حق جل مجدہ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ فرمایا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خواجہؒ کی ہمہ قسم روحانی برکات دائمی طور پر نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین والحمد اللہ رب العالمین۔ (لولاک نمبر: ص ۱۹۸)

تبصرۂ کتب

کتاب کا نام: تذکرہ وسوانح حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ از قلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

مدارس کے نظام میں قرآن وحدیث کے معانی سکھائے جاتے ہیں۔ جب کہ ان دو بنیادی علوم کی روشنی میں ظاہری زندگی کے جو مسائل ہیں وہ فقہ کی شکل میں بیان ہوئے ہیں، یہ تیسرا شعبہ ہے۔ جو مدارس میں زیر بحث آتا ہے۔ قرآن وحدیث کے معانی کچھ حقائق، احوال اور کیفیات کو بیان کرتے ہیں، ان کا تعلق روح، عقل، قلب اور نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔

خانقاہی نظام اس شعبہ کے لئے مختص ہے کہ ان معانی کی روشنی میں روح، عقل، قلب اور نفس ان حقائق، احوال، کیفیات اور صفات کی روشنی میں کیسے تربیت پا کر کامل ہوں۔ حضور ﷺ کے بعد جب دین کے مختلف شعبے کام کرنے لگے تو یہ باطنی احوال کا شعبہ بھی علیحدہ احسان، سلوک اور تصوف کے نام پر کام کرنے لگ گیا۔ سب سے پہلی خانقاہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

یہ نظام امت میں چلا اور جہاں فقہاء ومحدثین میں نامی گرامی شخصیات نے دین کے پھیلانے میں کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ وہاں اہلِ تصوف نے دین کے باطنی شعبہ کو زندہ کر کے امت کو صفات باطنی سے مالا مال کیا۔

برصغیر پاک وہند میں علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ، بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، اس زنجیر کی اہم کڑیاں ہیں۔

دیوبند کے قیام کے اہم مقاصد، حدیث کی تعلیم فقہ حنفی کی روشنی میں، تصوف کے سلاسل کا اجراء اور جہاد کی فضا بنانا تھا۔ چنانچہ دیوبند سے چاروں سلاسل وابستہ رہے اور ابنائے دیوبند چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سب سلاسل چلاتے رہے۔

چنانچہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر ان کے خلفاء حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، مولانا زکریا رحمۃ اللہ، علومِ ظاہری اور باطنی دونوں کی جامع شخصیات گزریں۔ دیوبند کے وابستگان میں سے قادریہ سلسلے میں، رائے پور کی خانقاہ، برچونڈی شریف اور امروٹ شریف کی خانقاہیں، حضرات دیوبند کی

قادریہ خانقاہیں ہیں۔نقشبندیہ سلسلہ کے وابستگان میں پاکستان کی سطح پر کندیاں شریف، میانوالی کی خانقاہ دیوبند کی اہم خانقاہ ہے۔جس نے عرصہ دراز تک سالکین کی تربیت کا بندوبست کیا۔حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے عرصہ دراز تک اس بابرکت جگہ کی مسند نشینی نصیب فرمائی۔ بندہ کو دو بار حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔اور دونوں بار ملک سے باہر۔پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں۔ بندہ کو دوسرے دن دیوبند کے سٹیج پر اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کے خادم کی حیثیت سے بیٹھنا نصیب ہوا۔پورے عالمِ اسلام کے خواص، مشائخ وعلماء تشریف فرما تھے۔حضرت بعض اکابر کو پہچانتے تھے۔جن کو نہیں پہچانتے تھے، ہمارے ایک ساتھی نے کشفاً بتادیا کہ فلاں فلاں بزرگ ہیں۔حضرت خان محمد صاحب کا بھی بتادیا۔بعد میں معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ وہ کشف سب کے بارے میں درست تھا۔دوسری مرتبہ زیارت مکہ مکرمہ مطاف میں نصیب ہوئی۔ بندہ کے محترم دوست جناب حاجی عبدالمنان صاحب جو بیت اللہ شریف کی خدمت والے انجینئروں میں سے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت کی زیارت کرلیتے ہیں۔قدموں میں حاضری ہوئی۔حضرت مراقبہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ہماری طرف متوجہ ہوئے، انتہائی شفقت سے گفتگو فرمائی۔اس شفقت سے انتہائی سرور اور خوشی محسوس ہوئی۔

حضرت کا تذکرہ وسوانح جناب عبدالقیوم صاحب کی طرف سے ملا پارسل کھولتے ہی مطالعہ شروع کردیا۔ایسی محویت ہوگئی کہ ملاقات کے لئے آئے ہوئے مہمان بھول گئے۔ جب ان کا خیال آیا تو سوچا جس خوانِ نعمت سے لطف اندوز ہورہا ہوں، کیوں نہ مہمانوں کو بھی اس میں شامل کروں۔ چنانچہ تحریر پڑھ کر سنانا شروع کی۔واقعی اللہ والوں کا تذکرہ ہو اور لکھنے والے صرف صاحبِ قلم نہ ہوں بلکہ صاحبِ دل بھی ہوں، تو اس کے لطف کا پھر کیا تذکرہ۔

یہ سوانح بندہ کے متعلقین میں سے ہر کسی کی نظر سے گزرنی ضروری ہے اور جتنا اس کی اشاعت کا تذکرہ کرسکیں۔دونوں جہانوں کی برکتوں کو سمیٹنے کا وسیلہ بنے گا۔اللہ تعالیٰ القاسم اکیڈمی اور جامع ابوہریرہ کو قائم ودائم رکھے۔جناب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو عمرِ نوح اور دائمی صحت نصیب فرمائے اور اوقات میں برکت نصیب فرمائے۔آخر میں کتاب کے تین اقتباسات لکھنا ضروری سمجھ رہا ہوں، کہ وہ حضرات جن کو کتاب حاصل کرنے کی توفیق نہ ہوسکے، وہ بھی اس کے گلہائے معطر کی خوشبو سے محروم نہ رہیں۔

۱۔بزرگوں کے واقعات ہماری طرح کمزور ہمت والوں کو افسانے معلوم ہوتے ہیں:

اگر ابتدائے شباب میں یہ خانقاہ اور خواجہ خان محمد کو نہ دیکھا ہوتا تو کتابوں میں لکھے پرانے بزرگوں کے

قصے محض کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے ، محض دماغ کو پیمانہ بنانے والوں کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضو سے برسوں تک فجر کی نماز ادا کرنا کبھی ہضم نہیں ہوتا۔ مگر میں بغیر کسی تحقیق کے اس کو اس لئے قابل عمل مانتا ہوں کہ میں نے خواجہ صاحب کو کم از کم ایک ماہ اپنی ان آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے۔ خواجہ صاحب کا معمول رمضان میں یہ تھا کہ آپ عشاء کی نماز کے لئے تشریف لاتے تو امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ، چار ترویح کے بعد عموماً ۲۰ سے ۲۵ منٹ کا وقفہ ہوتا تھا۔ تمام لوگ اس وقفے میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتے جبکہ خواجہ صاحب اسی طرح دوزانوں حالتِ تشہد میں مراقب بیٹھے رہتے۔ پوری رات نہ لیٹتے ، نہ کسی چیز سے ٹیک لگاتے ، نہ چوکڑی مار کر بیٹھتے ، نہ اپنی جگہ سے حرکت کرتے ، مختصر سی سحری کے بعد پھر مسجد میں ، شب بیداری کے باوجود نمازِ فجر عام معمول کے مطابق اسفار میں ادا کی جاتی ، پھر اشراق تک خواجہ صاحب ذکر و اذکار اور مراقبے میں مشغول رہتے اور اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد آرام کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ اپنی زندگی کے کتنے رمضان ایسے گزرے ہوں گے۔ (لولاک نمبر: ص ۵۱۰)

مولوی خان محمد تو ہمارے خاص آدمی ہیں:

ایک بار حافظِ القرآن والحدیث مردِ قلندر حضرت مولانا محمد عبید اللہ درخواستی ؒ اور حضرت خواجہ خان محمد ؒ لاہور تشریف فرما تھے۔ حضرت درخواستی نے کسی چغل خور کے کہنے پر حضرت خواجہ صاحب سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مجلس کے کچھ دیر بعد حضرت خواجہ صاحب اجازت لے کر واپس اپنی قیام گاہ چلے آئے۔ صبح نمازِ فجر سے قبل فون آیا کہ مردِ قلندر حضرت درخواستی صاحب فرما رہے ہیں کہ خواجہ صاحب سے کہیں کہ ناشتہ میرے ساتھ کریں۔ حضرت خواجہ صاحب نمازِ فجر کے بعد پہنچے تو حضرت درخواستی نے اپنی رات والی ناراضگی پر معذرت چاہی اور اس ضمن میں فرمایا کہ رات رسالتِ مآب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ! رات تم نے زیادتی کی ہے، معذرت کرو، مولوی خان محمد تو ہمارے خاص آدمی ہیں۔ (شیخ المشائخ نمبر: ص ۲۱۷)

۳) تحفظ ختمِ نبوت کی برکات:

حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے دو چار دن بعد راقم الحروف کے ایک قریبی صاحبِ کشف مرید و معتقد نے مکاشفہ میں دیکھا کہ راقم الحروف نے حضرت خواجہ صاحب سے پوچھا کہ: حضور! برزخ میں کیسی رہی؟ تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خلافِ توقع رہی ، میرا خیال تھا کہ قبر میں حسبِ معمول مجھ سے سوال وغیرہ ہوگا لیکن قبر میں ڈالے جانے کے ساتھ ہی قبر تا حدِ نگاہ فراخ ہوگئی ، جنت کی کھڑکی کھول دی گئی ، منکر نکیر کی بجائے دو فرشتے بطور خادم کے بھیجے گئے کہ جو خدمت ہو، ان سے فرما دیں ، بجا لائی جائے گی۔ (باقی صفحہ ۳۱ پر)